''تیرا گھر برکتوں سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کواس کے بعد پائے گا۔
(تذکرہ صفحہ ۱۴۳)

سیرۃ وسوانح

خاتونِ مبارکہ

حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ

حرم محترم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد المصلح الموعود

(احمدی خواتین کی تعلیم وتربیت کیلئے)

مصنفہ ومؤلفہ
پروفیسر سیدہ نسیم سعید

یکے از مطبوعات لجنہ اماء اللہ لاہور

فہرست مضامین

عرض حال

الحمد اللہ شعبہ تصنیف و تالیف اور شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کو ایک اور خاتون مبارکہ۔۔۔۔ حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ، بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود، کی سیرۃ و سوانح پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

عاجزہ کی کوشش اور دعا ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم اور مہربانی سے مجھے وہ مومنانہ فہم و فراست اور صلاحیت عطا فرمائے کہ میں جس پر بھی لکھوں حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے مطابق اس سے ملاقات کرا دوں اور خوب واقف حال کر دوں۔

قاری کو شاید یہ احساس ہو کہ حضرت سیدہ کی سیرۃ و سوانح میں زیادہ باتیں تو لجنہ اماء اللہ سے متعلق شامل کر دی گئی ہیں، تو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت سیدہ امتہ الحئی اور لجنہ۔۔۔۔ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ لجنہ کی کارکردگی اور لجنہ کی باتیں دراصل حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ ہی کی باتیں ہیں۔ جس طرح آپ نے اس زمانے میں احمدی خواتین میں علمی روحانی اور شعوری بیداری اور ترقی پیدا کی اسی طرح آج ہم آپ کی سوانح پڑھتے ہوئے ان کے لیے دعا گو رہیں کیونکہ لجنہ کی جو بنیادی اینٹ انہوں نے صحیح و استوار رکھی اُسی پر لجنہ کی عمارت روز بروز مستحکم تر ہو رہی ہے۔

خدا کرے میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوئی ہوں اور آج کی احمدی

خواتین کو چوراسی (۸۴) سال پہلے کی ایک قابل تحسین اور قابل تقلید خاتون مبارکہ کی مقناطیسی شخصیت سے ملاقات کرا کے اُن میں بھی وہی روح بیدار کر سکوں جن کے بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا **الارواح جنود مجندۃ** کہ روحیں ایک دوسرے سے وابستہ اور پیوستہ ہوتی ہیں۔ خدا کرے ہماری روحیں بھی ان پاکیزہ روحوں کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ ہو جائیں۔

میرے لکھنے میں جو کوتاہی ہوئی ہو اس میں اصلاح و ترمیم کے لیے دعوت عام ہے۔

دعاؤں کی طالب عاجزہ

سیدہ نسیم سعید

سیکرٹری شعبہ تصنیف و تالیف

لجنہ اماء اللہ لاہور

۱۶-۵-۲۰۰۱

سیرۃ وسوانح حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ

حرمِ ثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود

حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ حضرت حکیم حافظ مولانا نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح اول) کے ہاں حضرت صغریٰ بی بی صاحبہ کے بطن سے یکم اگست ۱۹۰۱ء کو شام سات بجے قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد بھیرہ ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی تھے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے آپ سے لے کر اوپر کی گیارہ پشتوں تک تمام بزرگ، قرآن کریم کے حافظ تھے۔ آپ نہایت نیک پارسا اور عاشقانِ قرآن کی اولاد تھے۔ نہایت عالم فاضل جید عالم اور حاذق طبیب تھے حصولِ علم کے لئے لمبے لمبے سفر کئے ایک متوکل اور درویش صفت انسان تھے۔

۱۸۸۲ء میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے غائبانہ تعارف ہوا ۱۸۸۵ء میں قادیان پہلی مرتبہ حاضر ہوئے حضرت مسیح موعود کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی ایسے کھنچے کے بس یہاں ہی کے ہو گئے۔ ۱۸۹۳ء میں ملاقات کو آئے حضور نے فرمایا اب آپ قادیان میں ہی رہائش اختیار کریں اور آپ نے اپنے اہل و عیال کو بھی قادیان بلا لیا۔ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل سے نکال دیا۔

حضرت مولانا نور الدین حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں امام الصلوۃ بھی ہوتے خطبہ جمعہ بھی پڑھاتے حضرت اقدس کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کو قرآن مجید پڑھاتے ان کے نکاحوں کے اعلان بھی فرماتے درس قرآن اور احادیث دیتے، کتابیں بھی لکھتے، تقریروں اور مباحثوں میں حصہ لینے کے ساتھ دور دراز سے آئے ہوئے سینکڑوں مریضوں کا اعلاج بھی کرتے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود مہدی مسعود فرماتے ہیں کہ ''میری دعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی کہ کون میرا ناصر و مددگار ہو گا تو رب العالمین نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور میری فراست نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام جلد ۵ صفحہ ۵۸۱))

اس تعارف کے بعد اصل تعارف حضرت صاحب کی زبانِ مبارک سے سنیئے اور پڑھیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے ۹ مارچ ۲۰۰۱ء کا خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی نذر کرتے ہوئے فرمایا ''میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاول کا ذکر خیر حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں اور خود آپ کے اپنے الفاظ میں جو آپ نے حضرت مسیح موعود کو مخاطب کر کے فرمائے، کرتا ہوں۔''

اور راقمۃ الحروف نے بھی حضور کی اتباع میں اپنی کتاب میں حضور ہی کے خطبے سے کچھ حصے لیے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

بنصرہِ العزیز فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے میں حضرت اقدس مسیح موعود کا اقتباس حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مقام کے بارے میں پڑھ کر سناتا ہوں۔۔۔ ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقین بودے

(نشان آسمانی صفحہ ۴۵)

کیا ہی اچھا ہو اگر امت میں سے ہر ایک نورالدین بن جائے اور ضرور ایسا ہی ہو اگر ہر ایک دل اسی طرح جس طرح نورالدین کا دل یقین سے پُر ہو جائے۔''

آپ کا حسب نسب حضرت مسیح موعود آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

''میرے محبین'' یعنی باقی محبوں کا بھی جو آپ سے محبت کرتے تھے ذکر کر کے فرماتے ہیں ''میرے محبین سب کے سب متقی ہیں لیکن ان میں سے بصیرت میں زیادہ قوی، علم میں حصہ کثیر رکھنے والا، رفق اور حلم میں افضل، ایمان اور اطاعت میں اکمل، محبت، معرفت، خشیت، یقین اور ثبات (قدم) میں زیادہ مضبوط ایک مردِ مبارک، کریم، متقی، عالم، صالح اور فقیہ و محدث، جلیل القدر، حکیم حاذق، عظیم الشان، حاجی الحرمین، حافظِ قرآن، قوم کے لحاظ سے قریشی اور نسبت کے لحاظ سے فاروقی جس کا اسمِ گرامی مولوی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔ اللہ دنیا اور دین میں اسے اس کا ثواب عطا فرمائے۔ وہ ان ابتدائی لوگوں میں سے ہے جنہوں نے صدق و صفا، محبت و اخلاص اور وفا سے میری بیعت کی۔۔۔الخ

(حمامتہ البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷، صفحات ۱۸۰)

آپ کا اخلاص اور فدائیت

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

’’نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کا ذکر کرنے کے لیے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلائے کلمۂ اسلام کے لیے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں۔‘‘

حضور خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

’’اب اس سے بڑا خراجِ تحسین حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو دیا ہی نہیں جا سکتا۔ حضرت مسیح موعود جن کا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہو چکا تھا ایک ذرہ بھی آپ نے اپنے لیے نہیں چھوڑا سب کچھ اسی کے لیے ہو گئے۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے متعلق کہتے ہیں: ’’میں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں۔‘‘

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

ان کے خطوط کی چند سطریں بغرض نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا کہ انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نورالدین بھیروی معالجِ ریاست جموں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں:

’’مولانا مرشدنا امامنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عالی جناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زماں سے جس

مطلب کے واسطے وہ مجدّد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دن رات خدمتِ عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔"

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳، صفحہ ۳۵ تا ۳۷)

اسی جگہ حاشیہ میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

"حضرت مولوی صاحب، علوم فقہ اور حدیث اور تفسیر میں اعلیٰ درجہ کی معلومات رکھتے ہیں۔ فلسفہ اور طبِ قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے فن طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں ہر ایک فن کی کتابیں بلاد مصر و عرب و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ تیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں۔ مناظرات دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں۔ بہت ہی عمدہ کتابوں کے مؤلف ہیں حال ہی میں کتاب "تصدیق براہین احمدیہ" بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔"

پھر مولانا عبدالکریم صاحب کی ایک تحریر ہے "حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب نے بھیرہ میں ایک عظیم الشان مکان بنوایا تھا۔۔۔ ابھی پورے طور پر وہ مکان تیار نہ ہوا تھا۔۔۔ جاڑے کا موسم تھا۔ مولوی صاحب چلتی ہوئی ملاقات کو آئے تھے۔" یہ چلتی ہوئی ملاقات بھی ایک اچھا محاورہ ہے کہ چلتے چلتے ملاقات کی غرض سے آئے تھے کہ سلام کر لوں۔ "مولوی

صاحب چلتی ہوئی ملاقات کو آئے تھے (۲، اپریل ۱۸۹۳ء کی) رات کو حضرت امام کو وحی ہوئی کہ مولوی صاحب کو ہجرت کرنی چاہیے۔ چنانچہ صبح مولوی صاحب کو سنایا کہ ہجرت کرو اور وطن نہ جاؤ'' یہ صدیق کا فرزند کوئی چگونی درمیان میں نہ لایا'' چگونی کہ تو کیا کہتا ہے۔ یہ سوال نہیں اُٹھایا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ''یہ صدیق کا فرزند کوئی چگونی درمیان میں نہ لایا مکان خراب ہو گیا مگر یہ مرد خدا نہیں گیا۔''

(خطبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب الحکم جلد ۶، صفحہ ۲۲، ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ مارچ ۲۰۰۱ء (الفضل انٹرنیشنل ۱۳ تا ۱۹ اپریل ۲۰۰۱)

اس مذکورہ واقعہ ہجرت کے متعلق خود حضرت خلیفہ اول ایک درس میں فرماتے ہیں:

''میں یہاں قادیان میں صرف ایک دن کے لیے آیا اور ایک بڑی عمارت بنتی چھوڑ آیا۔ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا اب تو آپ فارغ ہیں میں نے عرض کیا ہاں۔ ارشاد فرمایا آپ رہیں۔ میں سمجھا دو چار روز کے لیے فرماتے ہیں۔ ایک ہفتہ خاموش رہا۔ فرمایا آپ تنہا ہیں ایک بیوی منگوا لیں۔ تب میں سمجھا کہ زیادہ دنوں رہنا پڑے گا۔ تعمیر کا کام بند کرا دیا۔ چند روز بعد فرمایا کتابوں کا آپ کو شوق ہے یہاں منگوا لیجیے۔ تعمیل کی گئی۔ فرمایا اچھا دوسری بیوی بھی یہیں منگوا لیں۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب سے ایک دن ذکر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے **لا تصبون الی الوطن فیہ تھان و تمتحن** یہ الہام نورالدین کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ مجھ سے فرمایا وطن کا خیال چھوڑ دو چنانچہ میں نے چھوڑ دیا اور کبھی خواب میں بھی وطن نہیں دیکھا۔''

(تاریخ احمدیت جلد چہارم، صفحہ ۱۴۷۔۱۴۸)

’’ہجرت کے بعد کئی لوگوں نے حضرت مولوی صاحب کو تحریک کی کہ آپ مہاراجہ کے شاہی طبیب رہے ہیں ویسے بھی علم و فضل میں آپ کا مقام بہت بلند ہے اس لئے آپ قادیان کی بجائے لاہور یا امرتسر میں شفاخانہ کھول لیں خلقت دیوانہ وار آپ کے پاس پہنچ جائے گی مگر آپ نے ان بڑے بڑے شہروں کے مقابل قادیان جیسے گمنام گاؤں کو ترجیح دی اور اپنے آقا و مرشد کی خدمت میں دھونی رما کر بیٹھ گئے اور جس طرح اول المبایعین کی سعادت حاصل کی تھی اول المہاجرین کا شرف بھی پا لیا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد چہارم، صفحہ ۱۴۹)

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس قدر اطاعت اور فرمانبرداری کرتے جیسے نبض دل کی حرکت کی کرتی ہے۔

’’حضرت مسیح موعود کے سامنے گھر میں حضرت خلیفہ اول کا ذکر ہوا تو حضور دیر تک آپ کا نام لیتے ہوئے الحمدللہ کہتے ہوئے فرماتے رہے مولوی صاحب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد چہارم، صفحہ ٦٠٧)

حضرت مصلح موعود حضرت خلیفہ اول کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں میرے فکر یا میری کوشش کا دخل نہیں۔ وہ صرف اس کے فضل سے ہے۔ مگر اس فضل کے جذب کرنے میں حضرت استاذی المکرّم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کا بہت سا حصہ ہے۔ میں چھوٹا تھا اور بیمار رہتا تھا۔ وہ مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے

تھے کہ میاں تم کو پڑھنے میں تکلیف ہو گی میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ اور اکثر اوقات خود ہی قرآن پڑھتے اور خود ہی تفسیر بیان کرتے۔ اس کے علوم کی چاٹ مجھے انہوں نے لگائی اور اس کی محبت کا شکار حضرت مسیح موعود نے بنایا بہر حال وہ عاشق قرآن تھے اور ان کا دل چاہتا تھا کہ سب قرآن پڑھیں۔ مجھے قرآن کا ترجمہ پڑھایا اور پھر بخاری کا اور پھر فرمانے لگے لو میاں! سب دنیا کے علوم آ گئے ان کے سوا جو کچھ ہے وہ زائد یا ان کی تشریح ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد سوم، صفحہ ج)

سو یہ عظیم المرتبت ہستی حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کے والد کی تھی۔

آپ کی والدہ

آپ کی والدہ حضرت سیدہ صغریٰ بیگم صاحبہ حضرت صوفی احمد جان صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ صوفی احمد جان صاحب لدھیانہ کے مشہور باکمال بزرگ تھے جن کے عقیدت مند دور دراز کے علاقوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ حضرت صوفی صاحب نے اپنی روحانی بصیرت سے پہلے ہی حضرت مسیح موعود کا مقام پہچان لیا تھا اور اپنے ایک اشتہار واجب الاظہار میں بڑے دلائل سے براہین احمدیہ کی تائید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ''آپ ہی وہ مبارک وجود ہیں جن کا انتظار تیرہ سو سال سے مسلمان کر رہے ہیں آپ نے حضور سے بار بار درخواست کی کہ آپ کی بیعت لی جائے۔ آپ کہتے ہیں۔

ہم مریضوں کی ہے تمہی پر نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

آپ کی وفات کے بعد حضور نے لدھیانہ میں آپ ہی کے گھر ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو پہلی بیعت لی۔ (آپ کی اولاد میں صغریٰ بیگم صاحبہ کے علاوہ صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب اور صاحبزادہ پیر منظور احمد صاحب (موجد یسرنا القرآن) اور دو لڑکیاں تھیں۔

حضرت مسیح موعود نے حضرت حافظ حکیم نورالدین صاحب کی دوسری شادی حضرت صوفی احمد جان صاحب کی بیٹی صغریٰ بیگم صاحبہ سے کروائی اور خود حضرت مسیح موعود حضرت اماں جان کے ہمراہ بہ نفس نفیس مارچ ۱۸۸۹ء کو آپ کی بارات میں شامل ہوئے اور شادی کے بعد حضور نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کو صغریٰ بیگم صاحبہ کے لئے لکھا:

''میں نے اس محلّہ میں خاص صاحبِ اسرار اور واقف لوگوں سے

اس لڑکی کی بہت تعریف سنی ہے کہ بالطبع صالح، عفیفہ اور جامع فضائلِ محمودہ ہے اس کی تربیت و تعلیم کی طرف بھی توجہ رکھیں اور آپ پڑھایا کریں۔ اس کی استعدادیں بہت عمدہ معلوم ہوتی ہیں اور اللہ جل شانہ کا نہایت فضل اور احسان ہے کہ۔۔۔۔ اور مزید فرمایا کہ اب اس نکاح سے گویا آپ کی نئی زندگی شروع ہوئی ہے اور چونکہ انسان ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں نہیں آیا اس لئے نسلی برکتوں کے ظہور کے لئے اب اسی پیوند پر امیدیں ہیں۔''

(حیاتِ نور، مصنف شیخ عبدالقادر صاحب صفحہ ۱۵۳)

حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ کو یہ سعادت بھی نصیب ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے آپ نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی۔

حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ کے اخلاق کا نمایاں جوہر مہمان نوازی تھا۔ قادیان میں جلسہ سالانہ کے دنوں میں مستورات کی رہائش کا انتظام آپ کے مکان پر بھی ہوتا تھا۔ آپ وہاں مقیم خواتین کی ہر طرح کی ضروریات کا خیال رکھتیں ربوہ آنے کے بعد بھی اپنے گھر مہمان ٹھہراتیں اور خاطر مدارات میں خوشی محسوس کرتیں۔

آپ کی مادری زبان فارسی تھی گو آپ کسی اسکول کی تعلیم یافتہ نہ تھیں لیکن وقتاً فوقتاً سلسلہ کے ابتدائی اخباروں میں آپ کے مضامین نظر آتے ہیں الحکم میں حضرت عرفانی صاحب نے ایک صفحہ خواتین کے لئے مخصوص فرمایا تو آپ اس میں ''ص۔ب'' کے قلمی نام سے تربیت اولاد پر مضامین لکھتی رہیں۔ اسی طرح ''احمدی خاتون'' میں بھی۔''

(تاریخ لجنہ، جلد دوم صفحہ ۳۹۲۔۳۹۳)

گویا حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کو نجیب الطرفین والدین کی نعمت ملی۔

آپ کا پاکیزہ بچپن

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم اگست ۱۹۰۱ء کی پیدائش تھیں گویا اُن خوش قسمت خواتین میں شامل تھیں جن کو حضرت اقدس مسیح موعود کو دیکھنے اور ملاقات کرنے کا شرف نصیب ہوا بلکہ آپ کو تو بہت قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا حکیم حافظ نورالدین صاحب تو ہر وقت ہی حضور کے ساتھ ساتھ خدمات دینیہ بجا لانے کے لئے رہتے تھے۔ آپ کے والد کا گھر اور حضرت مسیح موعود کا گھر اس قرب کی وجہ سے گویا ایک ہی گھر تھا۔ آپ اس بابرکت ماحول میں پلی بڑھیں۔ چنانچہ بچپن ہی سے کاغذ قلم سے شغف تھا جیسا کہ آپ کے والد فرماتے ہیں ”ہماری ایک چھوٹی سی بچی ہے وہ عقل نہیں رکھتی پر دیکھو کہ کاغذ قلم دوات سے لکیریں ڈالتی رہتی ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۴۰۶)

نیک علمی ماحول اور ماں باپ کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کا نتیجہ تھا کہ بچپن میں ہی صاحبزادی امتہ الحئی بیگم علم دوست اور عاشقہ قرآن بن گئیں۔

آپ کا پہلا مضمون:

آپ کی عمر ساڑھے پانچ سال کی تھی کہ آپ کو خیال آیا کہ لوگ

اخباروں میں مضمون دیتے ہیں میں بھی کوئی مضمون شائع کراؤں انہوں نے کاغذ لیا اور ایک شخص کو دیا کہ جو کچھ میں کہتی جاؤں وہ لکھتے جاؤ، وہ بولتی گئیں وہ لکھتا گیا۔ کاغذ لکھوا کر آپ اخبار بدر اور الحکم کے دفتر جو قریب ہی تھے گئیں کہ میرا مضمون چھاپ دو لیکن کسی نے نہ لیا۔ اس پر رنجیدہ ہو کر اپنے والد محترم کے پاس آ گئیں۔ جماعت کے ایک بزرگ سید محمد سرور شاہ صاحب نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب انہیں تسلی دے رہے ہیں لیکن بچی کا رنج رفع نہیں ہوتا۔ تو انہوں نے وہ مضمون دیکھا اور پڑھا تو فرماتے ہیں کہ ''میری یہ حالت تھی کہ کبھی میں اس بچی کی طرف دیکھتا اور کبھی مضمون کی طرف دیکھتا اور کبھی اس کے عجیب ارادے اور امنگ پر غور کر کے خدا سے اس شخص کے لئے دعائیں کرتا جس کے فیض سے قادیان کی صحبت کا یہ اثر تھا کہ یہاں پر بچے بھی دین حق کی تائید کے لئے وہ ارادے رکھتے ہیں جو باہر کے جوان بھی نہیں رکھتے۔ اس میں لکھا تھا:

''اللہ ایک ہے، اللہ بے عیب ہے۔ اللہ رحمان اور رحیم ہے۔ ہمارا سب کا مالک ہے، قرآن سیکھنا چاہیے۔ اس پر چلنا چاہیے۔ چوری نہیں کرنا، جھوٹ نہیں بولنا۔ کسی سے مانگنا نہیں اللہ کے سوا۔ حرص نہیں کرنا۔ غریبوں کی خبر گیری کرنا اور ان سے نیک سلوک کرتے رہو۔ جس مکان پر منڈیر نہ ہو اس پر ہرگز نہ سونا۔ بھائی بہن نہ لڑیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ، ۲۷ اگست ۱۹۹۰ء)

حضرت امتہ الحئی بیگم صاحبہ نے یہ طرز تحریر اپنے والد صاحب کی تربیت سے حاصل کی جیسا کہ آپ کے والدِ محترم حضرت الحاج مولانا نورالدین صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ بچوں کو ہمیشہ نصائح فرماتے اور

ان کی تربیت کی طرف خاص توجہ رکھتے تھے آپ کا معمول تھا کہ بچوں کو نصیحت آموز فقرے یاد کرا دیا کرتے تھے کہ ہم یہ نہیں کریں گے یہ نہیں کریں گے۔

(سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاول، الفضل ۱۶، اپریل ۱۹۹۶ء)

قرآن سے محبت۔ آپ کی آمین

حضرت حافظ مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول کو قرآن کریم سے نہایت درجہ محبت تھی آپ فرماتے تھے کہ میری روح کی غذا قرآن کریم ہے۔ آپ بھی اپنے آقا حضرت مسیح موعود کی پیروی میں اپنے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ ختم کرنے پر تقریب آمین کرتے چنانچہ جون ۱۹۱۰ء کے آخر میں اپنی بیٹی سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ کے قرآن مجید ختم کرنے پر آمین کی تقریب منعقد کی جس میں آپ کی بیگم حضرت اماں جی صغریٰ بیگم صاحبہ نے مدرسۃ البنات کی استانیوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور مدرسہ کی بچیوں کو دعوت دی اور شرینی تقسیم کی۔

(تاریخ احمدیت، جلد چہارم، صفحہ ۳۳۹، بدر جون ۱۹۱۰ء)

اس وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ، اس کا فہم، اس کی محبت اپنے والد محترم سے ہی ورثہ میں پائی۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں کہ میں اپنے بچوں کو بھی قرآنِ کریم سنایا کرتا ہوں اب کوئی کہے، بچے نہ جانے کیا سمجھتے ہیں، لیکن اس کا اثر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔

ایک عورت بیمار تھی۔ وہ اس حالتِ مرض میں جرمن بولتی تھی۔ لوگ حیران تھے۔ آخر معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر میں (اس کی آیا اس کو لے کر) کسی

پادری کا جرمن زبان میں لیکچر سنتی تھی اسی اثر کی وجہ سے وہ عورت مرض میں جرمنی بولتی تھی۔

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۲۲۱)

غرض حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہ نے ذہن رسا علمی ذوق قرآنی علوم اور قرآن کریم کی محبت اپنے بزرگ والد حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب سے حاصل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول مردوں کے علاوہ عورتوں میں بھی درس قرآن دیا کرتے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ امتہ الحئی صاحبہ باقاعدہ درس قرآن میں شامل ہوتی تھیں مساجد کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول گھر پر بھی درس قرآن کریم دیا کرتے تھے۔ گویا حضرت سیدۃ امتہ الحئی بیگم صاحبہ میں خلافت سے تعلق اور قرآن کریم سے عشق گھٹی ہی میں پلا دیا گیا تھا۔

حضرت حافظ مولانا نور الدین صاحب بہت بڑے عالم دین عاشق قرآن تھے اور ملک بھر میں مشہور اور ماہر طبیب تھے۔ آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود کا حد درجہ عشق اور ادب تھا آپ ہی سب سے پہلے شخص تھے جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل ہوئے۔ اور اپنے ایمان و اخلاص اور مالی قربانی میں اس قدر ترقی کی کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ باوجود متعدد مصروفیات کے آپ ہمیشہ مردوں اور عورتوں میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے جس سے ہزاروں لوگوں نے اپنے سینے قرآن مجید کے علوم سے منور کئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی شدید خواہش تھی کہ آپ کے بعد بھی مردوں اور عورتوں میں درس قرآن کا سلسلہ جاری رہے۔ حضور نے اپنی بیٹی سیدہ امتہ الحئی بیگم کو اس امر کی وصیت فرمائی اور اس وصیت کو پورا کرنے کے لئے حضرت سیدہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو

ابتدائے خلافت ہی میں ایک خط لکھا جس سے آپ کی قرآن مجید سے محبت اور وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدی حضرت امیر المومنین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ میرے والد صاحب نے مرنے سے تین دن پہلے مجھے فرمایا کہ ہم تمہیں چند نصیحتیں کرتے ہیں میں نے کہا فرماویں میں انشاء اللہ عمل کروں گی تو فرمایا یہ بہت کوشش کرنا کہ قرآن آ جائے اور لوگوں کو بھی پہنچے اور میرے بعد اگر میاں صاحب خلیفہ ہوں تو ان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ عورتوں کا درس جاری رہے۔ اس لیے آپ کو عرض کیے دیتی ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ قبول فرماویں گے۔ میری بھی خواہش ہے اور کئی عورتوں اور لڑکیوں کی بھی خواہش ہے کہ میاں صاحب درس کرائیں۔ آپ برائے مہربانی درس صبح ہی شروع کرا دیں۔ میں آپ کی نہایت مشکور وممنون ہوں گی۔

امتہ الحئی بنت نورالدین

آپ کی وفات پر حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے اس خط کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد میرا منشا نہیں تھا کہ میں عورتوں میں درس دیا کروں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امتہ الحئی نے مجھ کو رقعہ لکھا۔ (اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی)

حضرت مولانا خلیفۃ المسیح الاول اپنی زندگی میں ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ اب آپ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔

حضرت مولوی صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میاں سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں اس لیئے میں اپنے والد صاحب کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے اب آپ اس کو جاری رکھیں۔ وہ رقعہ ہی تھا جس کی بناء پر میں نے عورتوں میں درس دینا شروع کیا اور وہ رقعہ ہی تھا جس کی وجہ سے میرے دل میں ان سے نکاح کا خیال پیدا ہوا۔

(الفضل، قادیان ۲۰ دسمبر ۱۹۲۴ء)

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی شادی

۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا دوسرا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی صاحبزادی حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہ سے ہونا قرار پایا۔ یہ نکاح سلسلہ کے مشہور بزرگ اور عالم دین حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے ایک ہزار روپے حق مہر پر ۳۱ مئی ۱۹۱۴ء کو پڑھایا۔ حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم کی طرف سے ان کے بھائی میاں عبدالحئی صاحب ولی تھے۔ جنھوں نے حاضر احباب جماعت سے اجازت لے کر اس نکاح کی منظوری دی۔ اس شادی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی ہی میں آپ کو خیال پیدا ہو چکا تھا اور ایک رویاء کی بنا پر آپ کو یقین تھا کہ رشتہ پیش ہو گا۔ لیکن باوجود کئی مرتبہ ارادہ کرنے کے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیغام نہ بھجوا سکے کچھ تو طبعی حجاب مانع رہا۔۔۔۔۔

(سوانح فضل عمر، جلد دوم، صفحہ ۴۵)

تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۱۵۶ پر اس نکاح کے بارے میں کچھ اس طرح درج ہے:

''حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے جب عبدالحئی صاحب سے اس نکاح کی منظوری کی نسبت دریافت کیا تو عبدالحئی صاحب نے مختصر الفاظ میں تقریر فرمائی جسے سن کر بعض احباب کے آنسو نکل آئے۔ آپ نے کہا میں آپ صاحبان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اول وہ انسان

تھے جنہوں نے اپنی عمر، اپنا مال، اپنی جان، آپ لوگوں کے لئے قربان کر دیے۔ ان کی چیزیں تمہاری چیزیں ، ان کا مال تمہارا مال، ان کی جائیداد تمہاری جائیداد، اس لیے پہلے اس کے کہ اس کی امانت کوکسی کے سپرد کروں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس امانت کو سپرد کروں؟ یہ بات کہنے پر چاروں طرف سے آوازیں آئیں کہ بے شک آپ کو اجازت ہے۔ بہت بابرکت بات ہے، اس پر میاں عبدالحئی نے کہا کہ جب آپ سے مجھے اجازت ہے تو میں کمال خوشی سے یہ بات قبول کرتا ہوں۔''

حضرت امیر المومنین نے اپنے نکاح کے بارے میں فرمایا:

''میں نے آپ (خلیفہ اول) کے زمانہ خلافت میں آپ سے دوسری شادی کی اجازت طلب کی۔ لیکن ان دنوں میری صحت خراب تھی۔ آپ نے فرمایا میں ابھی پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد وفات سے چند ماہ پہلے آپ نے ایک شخص کی درخواست مجھ کو بھیجی کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کرنا چاہتا ہے اور اس کے متعلق مجھ سے دریافت کیا۔ چونکہ وہ جگہ مجھے پسند نہ تھی اس لیے اس موقع پر میں نے چاہا کہ امتہ الحئی۔۔۔ آپ کی لڑکی کے لیے درخواستِ نکاح کروں۔ لیکن یہ وہ دن تھے کہ جب ایک شخص نے کچھ گمنام ٹریکٹ میرے خلاف شائع کیے کہ مجھے خلافت کی تمنا ہے۔ ان ٹریکٹوں کے بعد مجھے یہ امر پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کی بیماری کے دنوں میں مجھے رویا میں بتایا گیا کہ یہیں رشتہ ہو گا۔ اس پر میں نے چاہا کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ آپ کے سامنے معاملہ پیش کر دوں گا۔ لیکن وہی جماعت کے ابتلاء کا خوف مجھ پر غالب رہا۔ اور تیسرے دن آپ فوت ہو گئے۔ میں نے اپنی رویا

کی تعبیر بھی کر لی لیکن بعد میں چند لوگوں کو بھی اس قسم کی رویا آنے پر میں سمجھا کہ یہ منشا الٰہی ہے اور اس امر کو لڑکی کے جائز ولیوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ مگر میرا ارادہ تھا کہ دیر سے یہ رشتہ ہوتا، تا کہ لوگوں کو کوئی ابتلاء نہ آئے۔ مگر پھر اللہ کا خوف پیدا ہوا کہ (دوسروں کا) خوف بھی ایک شرک ہے اور میں نے اپنے نفس کی مخالفت کی۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم، صفحہ ۱۵۶۔۱۵۷)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ ''حضرت خلیفہ اول کی وفات کے چند روز بعد ہی بڑے بھائی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول نے کہا تھا کہ میرا کوئی ظاہری رشتہ حضرت مسیح موعود کے خاندان سے ہو جائے یہ میری بڑی خواہش ہے۔ بھائی صاحب نے مجھے فرمایا کہ آپ کی وہ تمنا اب میں پوری کروں اور امتہ الحئی کے لئے درخواست رشتہ بھیجوں۔ خیر پھر تحریک ہوئی اور شادی ہو گئی۔ امتہ الحئی بہت چاہنے والی بہت تابعدار بیوی ثابت ہوئیں۔ ذہانت تو غضب کی پائی تھی۔ اشارہ بات کا پا جاتی تھیں۔ اشعار سے بھی دلچسپی تھی۔

ایک خط میں مجھے لکھا کہ میری سب بیویوں میں امتہ الحئی میری بہت تابعدار بیوی تھی۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی اور وہ مرحومہ ہم سب سے، مجھ سے اور حضرت اماں جان سے تو خصوصاً بہت ہی محبت کرتی تھیں اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے آمین۔''

(مصباح نومبر دسمبر ۱۹۶۸ء)

المختصر آپ کی شادی نہایت سادگی سے ہوئی ابھی آپ کے والد کی وفات کو صرف ڈھائی مہینے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ ابھی عدت میں ہی تھیں۔ اس

شادی سے آپ ’’خواتین مبارکہ‘‘ کے مبارک زمرے میں داخل ہو گئیں۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے خوشخبری اور پیش خبری دی تھی کہ ’’تیرا گھر برکتوں سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔‘‘

(تذکرہ صفحہ ۱۴۳)

آپ کی اعلیٰ علمی و قلمی خدمات

جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے کہ آپ بچپن سے ہی مضمون لکھتی رہتی تھیں پھر حضرت مصلح موعود کی رہنمائی اور ہر وقت کی تربیت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا آپ کی قلم اور زبان میں ایک خاص اثر تھا بات دل سے نکلتی تھی اور سیدھی دل میں اتر جاتی تھی کیونکہ پیچھے دعائیں اور خلوص کارفرما تھے۔

رسالہ ''احمدی خاتون'' جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک عورتوں میں بیداری کے لئے جاری کیا اس میں اور احمدی خواتین کے علاوہ حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کے مضامین بھی شائع ہوئے۔

(تاریخ لجنہ، جلد اول صفحہ ۳۳)

ان مضامین کے بعد آپ نے ایک اہم موضوع پر مضمون لکھا جس کا عنوان تھا ''قابل توجہ خواتینِ احمدیہ'' جو الفضل میں شائع ہوا۔ اس میں آپ نے قرونِ اولیٰ کی مستورات کی اشاعت اسلام کے سلسلے میں خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اس زمانے کی خواتین کو اسی رنگ میں قربانیاں کرنے کی تحریک کی۔ آپ نے تبلیغ کی طرف خصوصی توجہ دلاتے ہوئے لکھا ''خدا تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کی عورتوں کو موقع دیا ہے کہ وہ خود دین سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں اور اپنی نسلوں کو دیندار بنائیں۔''

(الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۱۷ء، تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۴۱)

آپ کا ایک تعزیتی خط

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی تحریر پختہ خیالات ارفع اور طرز بیان مؤثر تھا آپ نے اپنی ایک عزیز سہیلی کو ان کے بچے کی وفات پر تعزیتی خط لکھا جو تعزیت کے باب میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ خط پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک نوجوان لڑکی دنیا کی بے ثباتی کا کس طرح ذکر کرتی ہے اور تسلی دیتی ہے کہ صرف دعائیں کرو۔ خدا کی تقدیر پر راضی رہو۔ یہ عام خیالات بچپن سے ہی آپ کو ذہن نشین کرا دیئے گئے تھے کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے کئی بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے تھے اور آپ صبر و رضا کے خیالات کا ہی گھر میں اظہار فرماتے تھے۔ ایک لمبے خط کے چند اقتباسات درج کئے جا رہے ہیں۔ حضرت سیدہ نے یہ خط ایسی حالت میں لکھا جبکہ آپ کا اپنا ڈھائی مہینے کا حمل ضائع ہوا تھا۔ آپ نے تکئیوں کے سہارے بیٹھ کر غم زدہ سہیلی کو خط لکھا۔

اختی المکرّمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کتنی بے اعتبار ہے دنیا　　برق شرار ہے دنیا
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا　　داغ سے کوئی دل نہیں خالی
سخت ناپائیدار ہے دنیا　　آنے جانے کا ہے سانس پر مدار
چار دن کی بہار ہے دنیا　　ایک جھونکے میں ہو اِدھر سے اُدھر

بچی کی وفات کی خبر مجھے ملی راضی برضائے الٰہی رہو۔ بچہ کی وفات پر والدہ کا رنج و ملال فطری امر ہے لیکن اگر اس ثواب اور اجر کی طرف خیال کیا جائے جو صابر انسان کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کی ذات

مجمع الصفات پر یقین کامل ہو تو پھر یہ سب غم و حزن ایک غیر فانی خوشی سے بھی تبدیل ہو سکتے ہیں۔ کلام پاک اٹھاؤ اور دیکھو صابرین کی تعریف اور بلا شرط و اجر کے کس قدر وعدے اس عظیم ہستی نے کمزور انسان پر فرما دیئے ہیں کہ بے اختیار الحمدللہ الحمدللہ الحمدللہ کہنے کو روح بیقرار ہو جاتی ہے۔

پیاری بہن! حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے ''میرا جب کوئی بچہ مر جاتا ہے تو فطرتاً افسوس ہوتا۔ تو ہم اپنے دل میں ہی کہتے تھے کہ اس وجود سے ہم کو کوئی فائدہ نہ ہوتا جب ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے پاس رکھنا مناسب نہ سمجھا۔'' عزیزہ من! اللہ تعالیٰ بڑی رحیم و کریم ہستی ہے اس کی شان یہ نہیں کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے، بلکہ ظلم اس نے اپنی ذات پر حرام کیا ہے۔ تو سب تکالیف اور امتحان انسان کے اپنے قصوروں کی وجہ سے ہوتے ہیں اور اس میں بھی بڑے بڑے بھید ہیں۔ جن کے بیان کی اس خط میں گنجائش نہیں۔ جو انسان ابتلاؤں میں صدمات میں ثابت قدمی دکھاتا ہے اور صبر کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا۔

رنج کا ہونا بے شک فطری امر ہے لیکن صبر اور شکر کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر بہترین علاج بھی اس رحیم ذات نے ہمیں بتلایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب** یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کو تسلی دیتا ہے سو میں آپ کو مشورہ دیتی ہوں اور بڑی محبت اور اخلاص سے تجربہ شدہ نسخہ بتلاتی ہوں کہ واقعی اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کی تسلی کا موجب ہے۔ اصل تمام باتوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین ہے۔

اپنے دل کو صاف کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خصوصاً دعائیں کرو میں نے ایسے ایسے دعاؤں کے تجربے کئے ہیں کہ مجھے اس ذاتِ واحد پر عین

الیقین کی طرح یقین ہے۔ میرے ایمان کی زیادتی کا باعث یہ دعائیں اور ان کی قبولیت ہی ہوتی ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہر ایک اضطراب گھبراہٹ اور رنج کے موقع پر بہت دعا کو سنتا ہے جس طرح ہر مہربان ماں بچے کی تکلیف کے وقت اس کا زیادہ سے زیادہ خیال کرتی ہے اس قادر کا اپنے بندوں کے ساتھ ماں سے بڑھ کر تعلق ہے اور وہ زیادہ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔ یہ ہمارے اپنے عمل ہیں کہ ہم اس کی محبت اور اس کی شفقت کی گود سے علیحدہ ہیں حقیقی زندگی اور خوشی تو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔۔۔

جان خواہر رابعہ بصری ہم عورتوں میں سے ہوئی ہیں ان کا قول ہے کہ ''اصل صلہ میرے لیے دنیا میں غم اور مصیبت ہے اور اگر کہیں خوشی پہنچ جائے تو ایک زائد امر ہے جس کو میں اپنا حق نہیں سمجھتی۔''

اللہ اللہ ایک یہ بیویاں تھیں کہ کہا اور کر دکھایا پس میں تمہیں سچ سچ کہتی ہوں کہ میری نظروں میں دنیا کی حقیقت ایک مچھر کے برابر نہیں۔

پیاری بہن جب میرے ہاں بچہ ہوتا ہے میں اسی وقت اپنے دل میں یہ خیال کر لیا کرتی ہوں کہ یہ زندگی مرنے کے لئے ہے اور اس پیدائش کا انجام موت ہے۔ باقی ایسی اولاد جو اسلام کے لئے ہو اور اسلام پر کمر بستہ ہو ایسی اولاد کی زندگی اور ترقی کی خواہش بھی ہے اللہ تعالیٰ پوری کرنے والا ہے۔

میں تمہیں مختصر بتاتی ہوں کہ اصل عذاب خدا سے دوری ہے اور حقیقی لازوال خوشی اس کا پیوند ہے اللہ بس، باقی ہوس۔ میں دو ہفتے سے حمل ضائع ہونے کی وجہ سے بستر علالت پر ہوں تکیئے کے سہارے سے یہ خط لکھ رہی ہوں۔ دل تو چاہتا ہے کہ بہت کچھ لکھوں طبیعت بھری ہے لیکن طاقت اجازت

نہیں دیتی۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقی ایمان، سچی خوشیاں اور لازوال راحتیں عطا فرمائے۔ پیارے بچوں کو پیار۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

والسلام آپ کی خیر طلب

امتہ الحئی

(رسالہ تادیب النساء قادیان صفحہ نمبر ۴۔۵، جلد دوم)

خط کا ایک ایک لفظ خدا کی محبت اور اُس کی رضا میں ڈوبا ہوا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ کمزوری اور خرابی صحت میں کئی نشستوں میں تکئیوں کے سہارے سے بیٹھ کر ایک غمزدہ سہیلی کا دُکھ دور کر رہی ہیں۔ سبحان اللہ

آپ کی شاعری

آپ شاعرہ بھی تھیں۔

حضرت سیدہ کو خدا تعالیٰ نے اعلیٰ علمی و ادبی ذوق بھی عطا فرمایا تھا۔ جس کو حضرت مصلح موعود کی صحبت نے جلا بخشی آپ اشعار کہتیں لیکن اس کا اظہار نہ فرماتیں خاموشی سے ضبط تحریر میں لاتی رہتیں۔ امتہ الحفیظ صاحبہ (اہلیہ ڈاکٹر گوہرالدین صاحب) جو آپ کی بھانجی تھیں انہوں نے آپ کی ایک نظم مصباح یکم مئی ۱۹۲۷ء میں دی جو آپ کی بعض راز دار سہیلیوں نے آپ سے لجنہ کے ایک جلسے میں پڑھوائی تھی۔ نظم درج کی جا رہی ہے۔ رفعت خیال، بندش شعر ہر ایک بات نہایت پختہ ذہن کی شہادت اور تحریک عمل دے رہی ہے۔ آپ کا منظوم کلام

چاہے جو لِقا اس کا، ہستی کو فنا کر دے
اور جان حزیں بڑھ کر قدموں پر فدا کر دے

عصیاں کی کدورت کو دھو آئینہ دل سے
پھر مصحفِ دل کو تو تقویٰ سے جِلا کر دے

کر صاف یہ دل اپنا اصنام پرستی سے
اس ہدیہ صافی کو پھر پیش خدا کر دے

جب تک رہے جاں تن میں، مت بھول تو عہد اپنا
اسلام کو بالا کر، دعوے کو وفا کر دے

غفلت میں پڑا کیوں ہے؟ اٹھ کام سنبھال اپنا
دنیا کے کناروں تک اک حشر بپا کر دے
وہ شاہِ اُمم آیا! وہ فخرِ رسل آیا
اتنی تو خبر جا کر اے بادِ صبا کر دے
تھی گرم خبر جس کے آنے کی وہ آ پہنچا
جا اُٹھ کے بتا سب کو، اور سب میں صدا کر دے
سب گروہ مسلماں کو، دے دعوت حق جا کر
اور پیش تو ہر جا پر یہ خوان ہُدیٰ کر دے
جا شربت ایمان دے، یورپ کے پیاسوں کو
کہتے تھے سمِ قاتل، تو آبِ بقا کر دے
ظلمت سے گناہوں کی، اندھیر کا غلبہ ہے
اُٹھ! مشعلِ رحمت لے! عالم میں ضیاء کر دے
وسعت تیرے کاموں کی، اور زیست کی کوتاہی
یہ دیکھ کہیں جا کر، تن سے نہ جُدا کر دے
لے ہاتھ اُٹھا اپنا، توفیق کا طالب ہو
مخفی بھی تیرے حق میں، مولیٰ سے دُعا کر دے

(مصباح یکم مئی ۱۹۲۷ء)

حضرت سیدہ نے کسی عزیزہ کو اُن کی بچی کی وفات پر خط میں جو اشعار لکھے وہ بھی آپ کے اپنے کہے ہوئے ہیں۔

برق شرار ہے دُنیا کتنی بے اعتبار ہے دُنیا
داغ سے کوئی دل نہیں خالی کیا کوئی لالہ زار ہے دُنیا

آنے جانے کا ہے سانس پر مدار سخت ناپائیدار ہے دُنیا
ایک جھونکے میں ہو اِدھر سے اُدھر چار دن کی بہار ہے دُنیا

جائے عبرت، سرائے فانی ہے
مورد مرگِ ناگہانی ہے
اونچے اونچے مکان تھے جن کے
آج، وہ تنگ، گور میں ہیں پڑے
جس چمن میں تھا بلبلوں کا ہجوم
آج اس جا ہے آشیانۂ بوم
کل جہاں شگوفہ گل تھے
آج دیکھا تو خارِ گل تھے
غیرتِ حور، مہ جبیں نہ رہے
ہیں مکان گر، تو وہ مکیں نہ رہے
کل جو تھے بادشاہِ ہفتِ اقلیم
ہوئے جا جا کے، زیرِ خاک مقیم
عطر مٹی کا، جو نہ ملتے تھے
نہ کبھی دھوپ میں نکلتے تھے
رشکِ یوسف جو تھے جہاں میں حسیں
کھا گئے ان کو آسماں و زمیں
صبح کو، طائرانِ خوش الحان
پڑھتے ہیں کل من علیھا فان

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے

حضرت مصلح موعود یورپ گئے ہوئے تھے کہ حضرت امتہ الحئی بیگم صاحبہ نے اوپر اپنے گھر میں کھڑے ہو کر صحن میں کھڑی ہوئی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو اپنا ایک مصرعہ دیا کہ

''اے بلبل بوستاں تو خاموش کیوں ہے''

اور آپ سے کہا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ اس پر مصرعے لگانا۔

(انوار العلوم جلد نہم صفحہ ۱۳)

حضور دورہ یورپ سے تشریف لے آئے تھے اور دستور کے مطابق سیدھے بہشتی مقبرے حضرت مسیح موعود کے مزار پر دعا کرنے پھر حضرت اماں جان کی خدمت میں سلام اور خیریت پوچھنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ بستر علالت پر آپ کا شدت سے انتظار کر رہی تھیں اسی کیفیت میں آپ نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو یہ شعر لکھ کر بھیجا

سر اُٹھانے کی، نہ بستر سے جو ہمت پائے
کیا کرے آہ! وہ مجبور، وہ زار و غم گیں

آپ نے بھی فوراً یہ شعر جواب میں لکھ بھیجا

رکھ تسلی دلِ بیمار، ابھی آتے ہیں
دردِ مزمن کی دوا، باعث راحت و تسکیں

پھر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ایک لمبی نظم ''صبح مسرت'' کے نام سے کہی جس میں یہ دونوں شعر بھی آ گئے یہ درعدن صفحہ

۱۶۔۱۷ پر درج ہے۔

حضور کی نظم ’’قبر کی دوسری طرف سے آواز‘‘ جو الفضل ۱۲ اگست ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی جس کا عنوان بعد میں ’’عشق و وفا کے افسانے‘‘ حضور نے رکھ دیا میں پہلا شعر حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہ کا ہے ۔

پوچھو جو اُن سے، زلف کے دیوانے کیا ہوئے
فرماتے ہیں، کہ میری بلا جانے کیا ہوئے

باقی نظم حضور کی ہے ۔

اے شمع رو بتا، تیرے پروانے کیا ہوئے
جل جل کے مر رہے تھے، جو دیوانے کیا ہوئے
خُم خانہ دیکھتے تھے، جو آنکھوں میں یار کی
تھے بے پیئے کے مست، وہ مستانے کیا ہوئے

(الخ۔۔۔کلامِ محمود صفحہ ۱۲۶، نظم ۷۵)

آپ کی انتظامی صلاحیتیں

۳۱ مئی ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی شادی ہوئی اور آپ اس وقت سے طبقہ نسواں کی فلاح و بہبود میں روز بروز مصروف عمل ہوتی چلی گئیں۔

آپ کی خدمات میں ایک اہم خدمت جلسہ سالانہ کے انتظامات ہیں جس کا باقاعدہ تنظیم کے طور پر آپ نے ہی آغاز کیا چنانچہ تاریخ لجنہ سے پتہ چلتا ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقعوں پر مہمان عورتوں کی مہمانداری میں حضرت اماں جان کا ہاتھ بٹاتیں۔ جلسہ سالانہ ۱۹۱۴ء میں سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ نے مستورات کے پہلے جلسے میں تقریر کی جس میں چار سو مستورات شامل تھیں۔ ۱۹۱۶ء کے جلسہ سالانہ پر آنے والی خواتین کے لئے اعلان کیا گیا کہ جیسا کہ انتظام چلا آتا ہے امسال بھی مستورات حضرت اماں جان اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے گھر ٹھہرائی جائیں گی تاکہ مستورات کو اجتماعی فوائد کے علاوہ حضرت اماں جان اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے اہل خانہ کی پاک محبت سے بھی مستفیض ہونے کا موقع حاصل رہے۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۳۶)

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ میں انتظامی صلاحیتیں بھی بھرپور تھیں آپ نے جلسہ سالانہ مستورات کے انتظام کے متعلق ۱۹۱۷ء میں الفضل میں درج ذیل اعلان شائع کروایا جس سے آپ محترمہ کی انتظامی صلاحیتوں کا پتہ

چلتا ہے۔

''اس سال جلسہ سالانہ کے انتظامات شروع ہونے پر حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہ نے بذریعہ الفضل مستورات کو توجہ دلائی کہ کوشش کی جائے کہ مستورات کے جلسہ کا خاص انتظام کیا جائے مضامین اور تقاریر وغیرہ کا باقاعدہ پروگرام بنایا جائے اس لئے مستورات زیادہ سے زیادہ شامل ہونے کی کوشش کریں اور مضامین استانی سکینۃ النساء صاحبہ کو دکھائیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۴۳)

مستورات کے قیام و طعام کا انتظام دار حضرت مسیح موعود اور دار حضرت خلیفہ اول میں کیا گیا تھا۔ یہ عورتوں کا پہلا جلسہ سالانہ تھا جس کا الگ طور پر انتظام کیا گیا اور اس کی رپورٹ الفضل میں شائع ہوئی کہ اس دفعہ مستورات کے جلسہ کا انتظام بہت عمدہ تھا اور عورتیں بھی پہلے کی نسبت زیادہ آئیں۔

(الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۱۷ء تا یکم جنوری ۱۹۱۸ء صفحہ ۱۷)

اب تک عورتوں میں دین کے لیے ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔

۱۹۱۸ء میں انفلوئنزہ کی وبا کی وجہ سے جلسہ سالانہ منعقد نہیں ہوا بلکہ ۱۵۔۱۶۔۱۷ مارچ ۱۹۱۹ء کو منعقد ہوا مستورات اس جلسے میں پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں آئیں۔ ان کا جلسہ مسجد اقصیٰ میں الگ ہوتا رہا۔ اور انتظامات بہت اچھے رہے۔ حضور کی دو تقاریر عورتوں میں ہوئیں باقی دیگر صحابہ نے تقاریر کیں۔ جلسے کی رپورٹیں بہت اچھی شائع ہوتی رہی۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۴۳ تا ۴۵)

۱۹۲۰ء کا جلسہ سالانہ مستورات بیت اقصیٰ قادیان میں ہوا۔ مردانہ جلسہ گاہ میں

بھی پردہ لگا کر چھوٹا سا پنڈال اُن عورتوں کے لئے لگایا گیا جو علمی تقاریر سمجھ سکتی تھیں ان کے لئے داخلہ کا ٹکٹ جاری ہوا مستورات کا جلسہ بیت اقصیٰ میں ہوتا رہا جس میں بعض مردوں نے تقاریر کیں اور مستورات نے بھی تقاریر کیں۔ ۲۹ دسمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر مستورات میں ہوئی اور مستورات نے ایک ہزار سے زائد چندہ جمع کیا۔

(الفضل ۳ جنوری ۱۹۲۱ء۔ تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۵۲)

۱۹۲۱ء میں جلسہ سالانہ مستورات بیت اقصیٰ میں منعقد ہوا جس میں صحابہ کبار نے تقاریر کیں۔ ۲۹ دسمبر کو حضور نے عورتوں میں تقریر کی اور انسانی پیدائش کی غرض و غایت بتاتے ہوئے انہیں شرک سے مجتنب رہنے نماز اور دعاؤں کی تلقین کی۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۵۸)

قیام لجنہ اماء اللہ کے بعد بحیثیت (لجنہ اماء اللہ پہلی ذمہ داری لجنہ اماء اللہ کی ممبرات پر جلسہ سالانہ کے انتظامات کی ڈالی گئی جسے انہوں نے احسن طور پر نبھایا الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال جلسہ گاہ کے انتظامات کے لیے مندرجہ ذیل کو مقرر کیا گیا تھا۔

1-	حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی	منتظمہ سٹیج جلسہ گاہ
2-	میمونہ خاتون صاحبہ اہلیہ حکیم غلام محمد صاحب	نائبہ
3-	ہاجرہ صاحبہ اہلیہ چوہدری فتح محمد سیال صاحب ناظر تعلیم و تربیت	منتظمہ خاموشی
4-	مریم بیگم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علی صاحب	

5-	کلثوم بانو صاحبہ اہلیہ قاضی محمد عبداللہ صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم السلام ہائی سکول	بچوں کو سنبھالنے کا انتظام
6-	حمیدہ خاتون صاحبہ بنت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب	
7-	عزیزہ رضیہ صاحبہ اہلیہ مرزا گل محمد صاحب	انتظام بیعت
8-	بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد حسین صاحب ایڈیٹر البشریٰ	
9-	عائشہ صاحبہ اہلیہ مولوی رحمت علی صاحب	منتظمہ آب رسانی

۱۹۲۲ء کے جلسہ سالانہ کی کارروائی کی رپورٹ حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی طرف سے الفضل میں شائع ہوئی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ مستورات کا جلسہ حسب دستور ۲۶۔۲۷۔۲۸ دسمبر کو منعقد ہوا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے علاوہ حافظ جمال احمد صاحب وزیر آبادی، مولوی غلام رسول صاحب راجیکی حافظ روشن علی صاحب حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور مولوی محمد ابرہیم صاحب بقا پوری کی تقریریں ہوئیں۔

عورتوں میں سے صرف سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ نے بحیثیت سیکرٹری ایک مضمون انتظامی امور کے متعلق سُنایا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول ۷۶۔۷۷)

حضور نے ۱۹۲۲ء کے جلسہ سالانہ مستورات کے جملہ انتظامات پر خوشنودگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''لجنہ اماء اللہ کا انتظام تھا اور اچھا تھا۔ اب کے بھی لجنہ نے خواہش کی ہے کہ وہ انتظام کرے اور قادیان میں رہنے والی عورتیں انتظام میں امداد دیں کیونکہ ممبران لجنہ کی تعداد تیرہ چودہ ہی ہے۔

۱۹۲۳ء کے جلسہ سالانہ مستورات کا انتظام وقت سے کافی پہلے ہی شروع کر دیا گیا تھا۔کارکنات کا نقشہ پہلی بار چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔ بیمار عورتوں

اور بچوں کے لئے غذا اور دوا اور تیمارداری کا بھی انتظام کیا گیا۔

جلسہ سالانہ کے اختتام کے بعد ۱۵ جنوری ۱۹۲۴ء کو اُن احمدی خواتین کو لجنہ اماء اللہ کی طرف سے دعوت دی گئی جنہوں نے جلسہ کے کاموں میں حصہ لیا قریباً ساٹھ خواتین نے ایک جگہ کھانا کھایا۔“

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۳)

یہ تمام تفصیلات اس لیے شامل کی گئیں کہ دراصل یہ حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی مساعی ہیں۔ دوسرے یہ علم ہو کہ جلسہ سالانہ کے انتظامات کی ابتدا بھی کیسی زبردست تھی۔

لجنہ اماء اللہ کا قیام

حضرت سیدہ کے دل میں احمدی عورتوں کی دینی اور دنیاوی حالت کو بہتر بنانے کا ایک جوش تھا اور بعض اوقات یہ جذبہ حضرت مصلح موعود کے جذبہ ترقی نسواں سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ”حق تو یہ ہے کہ عورتوں میں خطبہ، لیکچرز اور سوسائٹیاں بنانا اور ہر ایک خیال جو عورتوں کے متعلق ہو سکتا ہے اس کی محرک وہی ہیں بعض دفعہ محبت کے رنگ میں مجھ پر وہ ناراض بھی ہو جاتیں تھیں کہ آپ عورتوں کی طرف پوری توجہ نہیں دیتے۔“

(الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۲۴ء)

حضرت سیدہ کی طبقہ نسواں کے لئے دلی تڑپ آخر لجنہ کے قیام کی صورت میں منظر عام پر آئی چنانچہ سوانح فضل عمر کے مصنف حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

”احمدی مستورات کی تاریخ میں حضرت سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا نام ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ اور دل انہیں محبت سے یاد کرتے ہوئے دعائیں دیں گے کیونکہ احمدی خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے ان ہی کی دلی تڑپ تھی جو بلآخر عالمی تنظیم لجنہ اماء اللہ کی تشکیل کا محرک بنی۔۔۔

لجنہ اماء اللہ کی داغ بیل اس طرح پڑی کہ احمدی مستورات کی فلاح

و بہبود اور ان کی دینی ترقی کے لیے حضرت سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ کے والہانہ جذبہ سے متاثر ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود نے سیدہ موصوفہ کے ساتھ مشورہ کے بعد قادیان کی احمدی مستورات کے نام ۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء کو ایک کھلی چٹھی لکھی جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

ہماری پیدائش کی جو غرض و غایت ہے اس کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کی کوشش کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح مردوں کی۔ جہاں تک میرا خیال ہے عورتوں میں اس کا احساس ابھی تک پیدا نہیں ہوا پس علاوہ اپنی روحانی و علمی ترقی کے آئندہ جماعت کی ترقی کا انحصار بھی زیادہ تر عورتوں کی کوشش پر ہے۔۔۔۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر میں ایسی بہنوں کو جو اس خیال سے متفق ہوں دعوت دیتا ہوں کہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے وہ مل کر کام شروع کریں۔۔۔۔۔

اس ابتدائی تحریک پر انجمن میں شمولیت کے لیے قادیان کی سترہ (۱۷) خواتین نے دستخط کیے اس کے بعد حضور کے ارشاد پر ۲۵ دسمبر ۱۹۲۲ء کو یہ۔۔۔۔ خواتین حضرت اماں جان کے گھر میں جمع ہوئیں جہاں حضور نے نماز ظہر کے بعد ایک مختصر سی تقریر فرمائی اس تقریر میں آپ نے اس کا نام لجنہ اماء اللہ رکھا۔۔۔۔

لجنہ اماء اللہ کے پہلے تاریخی اجلاس میں منصب صدارت کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد پہلی جنرل سکریٹری سیدہ امتہ الحیٔ مرحومہ منتخب ہوئیں چنانچہ آپ بڑے انہماک اور جاں سوزی کے ساتھ اس خدمت میں مصروف ہو گئیں۔ اور صدر مجلس کی رہنمائی میں اس نوزائیدہ مجلس کے تنظیمی ڈھانچے کو منظّم اور مربوط کرنے میں شب و روز کوشاں رہیں۔ لیکن افسوس کہ آپ کی

لامتناہی نیک تمناؤں کے مقابل پر اس دارِ فانی میں آپ کی زندگی کے بہت تھوڑے دن باقی تھے۔ سیکریٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا عہدہ سنبھالے ہوئے ابھی ایک سال بھی پورا نہ گزرا تھا کہ بچے کی قبل از وقت پیدائش کے باعث آپ خطرناک طور پر بیمار ہوگئیں اور یہی بیماری آپ کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ ۳۵۵ تا ۳۶۱)

آپ کا ایک اور قلمی کارنامہ

آپ کا ایک قلمی کارنامہ یہ بھی ہے کہ مستورات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خطابات اور ارشادات کا خلاصہ تیار کر کے ان کے سرکلر بھیجنا اور انہیں شائع کروانا آپ کی ذمہ داری تھی۔ جو نہایت نازک اور اہم تھی۔ اس وقت ٹیپ ریکارڈر نہ تھے اور نہ ہی آپ زود نویسی کی ماہر تھیں۔ پھر بھی آپ اس اہم کام کو نہایت عمدگی سے سرانجام دیتی رہیں۔

لجنہ اماء اللہ کے قیام کے وقت ابتدائی چودہ ممبرات کے سامنے حضور نے جو خطاب فرمایا۔ حضرت سیدہ نے اسے نہایت عمدگی کے ساتھ پیش کیا۔

حضور نے فرمایا ''قلتِ وقت کی وجہ سے اس وقت انجمن کا نام لجنہ اماء اللہ تجویز کر کے ہم جلسہ کے متعلق مختصر ہدایت دیتے ہیں۔ دیگر امور کے متعلق پھر انشاء اللہ دیں گے۔ یہ لجنہ ایک کلب کی صورت میں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ عورتیں جو ہم خیال ہوں مل کر کام کریں اور وہ جو ایک دوسرے کی رائے سے متفق ہوں وہی ممبر بنیں۔ اور اگر اس کے بعد کسی کا

خیال بدل جائے اور ان قوانین پر جو کلب نے قائم کئے ہیں نہ چل سکے تو علیحدہ ہو جائے۔ اول تو مشورہ کر کے کثرت رائے سے ایک امیر منتخب کرو امیر میں درج ذیل شرائط ہونی چاہئیے:

1- لوگوں سے قواعد کی پابندی کروا سکے۔ لوگوں کے اوپر افسر ہو لیکن قانون کے ماتحت ہو۔

2- طبیعت غصہ والی نہ ہو لیکن افراد پر حکومت کر سکے۔ کام کرانے والی ہو صرف رعب ہی رعب نہ ہو۔ اپنا منشاء منوا سکے اور خود بھی ماننے والی ہو۔

3- پھر ایک ناموس ہونا چاہیے۔ پھر ایک سکریٹری تحریریں وغیرہ لکھنے کے لئے اور جلسوں کی اطلاع دینے کے لئے ہو۔

فی الحال جلسہ سالانہ کا انتظام درپیش ہے میرا منشاء یہ ہے کہ یہ کام آپ کی لجنہ کرے اس کے لئے مختصر طور پر بتاتا ہوں کہ انتظام کس طرح ہو۔

1- گزشتہ سالوں میں جو نقائص ہوئے ہیں ان کو سوچو۔

2- لیکچرار کے آنے میں باقاعدگی ہوتی رہے۔

3- عورتیں مردوں کے وعظ میں دخل نہ دیا کریں۔

4- تقسیم عمل کرو ایک ہی کام پر سب نہ لگ جاؤ اور بہنوں کو بھی بلا لو اور ایک انتظام کے ماتحت ہو کر اور اتحاد سے مل کر کام کرو۔

5- منتظمہ سٹیج اور جلسہ گاہ ایک ہو۔

6- لڑائی جھگڑا اگر جلسہ گاہ میں ہو تو باقاعدہ سکریٹری کو رپورٹ کرو۔

7- انتظام میں ہر طبقہ کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے لوگ مختلف طبائع کے ہوتے ہیں ہر معاملے میں اپنے آپ کو ہی حق بجانب نہیں سمجھنا

چاہیے۔ جو غلطی ہو جائے آپس میں منتظمین میں سے کسی سے ہو یا اور دوسروں کی غلطیاں، علیحدہ لے جا کر سمجھا دو۔

8- کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے تمہاری حکومت پائی جائے۔

9- ایک پروگرام عارضی بناؤ جو کہ مرد لیکچرار کے علاوہ وقت میں کام آوے کشتی نوح اور بعض چنیدہ مضامین اچھی بلند آواز والی سنانے کے لئے مقرر کرو۔ اسی طرح نظم پڑھنے کے لیے بھی۔

جہاں عورتیں زیادہ اترتی ہیں جیسے کہ ہمارے ہاں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مکان پر اور بعض اور گھروں میں ان سے تعلقات پیدا کرو۔ ان کے حالات دریافت کرو۔ وہاں جماعت کس قدر ہے اور تعلیم کس طرح بچیوں کو دی جاتی ہے۔ اس طرح اپنی معلومات کو وسیع کرو۔'' اس ہدایت کے بعد سب ممبروں نے مل کر مشورہ کیا اور مکرمہ محترمہ محمودہ بیگم حرم اول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو امیر لجنہ اور جلسہ اور خاکسار امتہ الحیٔ کو سیکریٹری جلسہ تجویز کیا گیا۔ اور صرف جلسہ کے متعلق چند انتظامی امور طے ہوئے۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۷۱ تا ۷۳)

سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کے سرکلرز اور رپورٹیں پڑھ کر آپ کی ذہنی اور روحانی صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ لجنہ کے مقاصد اُس کے قواعد وضوابط اور ابتدائی حالات بھی پتہ چل رہے ہیں۔

عورتوں کی تعلیمی بیداری میں آپ کا حصہ

حضور کو عورتوں کی تعلیم و تربیت اور ہر قسم کے شعور کی بیداری کی فکر رہتی تھی آپ اکثر اپنے خطبات اور تقاریر میں تعلیم نسواں پر بہت زور دیتے رہتے تھے چنانچہ حضور نے جلسہ سالانہ ۱۹۱۵ء میں احمدی خواتین میں علم عام کرنے پر بہت زور دیتے ہوئے فرمایا ''یہ کوئی معمولی بات نہیں میں اس کو سختی سے محسوس کر رہا ہوں اس لئے سخت تاکید کرتا ہوں کہ عورتوں کو پڑھانے کی طرف جلدی توجہ کرو۔'' اگرچہ حضور پر تمام جماعت کے کاموں کا بوجھ تھا پھر بھی حضور گھر میں عورتوں کو ضرور پڑھاتے تھے۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۳۳)

۱۹۲۲ء کی مجلس شوریٰ میں حضور نے عورتوں میں تعلیم و تربیت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا: ''اب کئی عورتیں آتی ہیں جو کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتیں اور جب کلمہ نہیں پڑھ سکتیں تو نماز کس طرح پڑھ سکتی ہوں گی اور جب نماز نہیں پڑھ سکتیں تو مسلمان کس طرح ہوسکتی ہیں اور وہ غرض کس طرح قائم رہ سکتی ہے جو اس سلسلہ کی ہے۔۔۔

عورتوں کے سکول ایسے ہوں کہ لکھائی پڑھائی یا حساب کی ابتدائی باتیں سکھا کر یکدم عورتوں کو جو دینی باتیں ہیں ان کی طرف لے جایا جائے۔ قرآن شریف پڑھایا جائے مسائل سکھائے جائیں تاکہ بچوں کی تربیت کرسکیں۔۔۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۳ تا ۲۵۔ تاریخ لجنہ جلد اول ۵۸ تا ۵۹)

جلسہ سالانہ ۱۹۲۲ء پر حضور نے مستورات کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''یاد رکھو کوئی دین ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ عورتیں ترقی نہ کریں پس اسلام کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ تم بھی ترقی کرو۔ عورتیں کمرہ کی چار دیواروں میں سے دو دیواریں ہیں اگر کمرہ کی دو دیواریں گر جائیں تو کیا اس کمرہ کی چھت ٹھہر سکتی ہے نہیں ہرگز نہیں پس عورتوں کو کئی اہمیتیں حاصل ہیں۔۔۔۔ جب تک تم ترقی نہ کرو دین کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہماری ترقیاں، ہماری قربانیاں زیادہ سے زیادہ پچیس سال تک رہیں گی مگر، اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو تو قیامت تک اس ترقی کو قائم رکھ سکتی ہو کیونکہ آئیندہ نسلوں کو سکھانے والی تم ہو۔''

(الفضل،۲۲ جنوری ۱۹۲۳ء۔ تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۷۷۔۷۸)

۱۹۲۳ء کی مجلس شوریٰ میں حضور فرماتے ہیں ''یہ سکیم جو نماز یا ترجمہ اور قاعدہ یسرنا القرآن عورتوں کے لئے تجویز کی گئی ہے اس کی تائید میں بہت زیادہ آراء ہیں۔۔۔۔ میں ان لوگوں کے ساتھ متفق ہوں جو کہتے ہیں اتنی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ میں نے تجویز کیا ہے کہ جو عورتیں بیعت کرنے آئی ہیں وہ کلمہ تک نہیں پڑھ سکتیں اور یہی حال مردوں کا ہے۔۔۔۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۱۷)

ابتدا میں یہ تعلیمی معیار تھا۔ لجنہ اماء اللہ کی مساعیِ مسلسل سے، الحمدللہ آج احمدی خواتین دنیا کی تمام خواتین سے افضل ہیں۔

شوریٰ میں لجنہ اماء اللہ کی مساعی کی شاندار رپورٹ

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ حضور کی خواہش کے مطابق لجنہ اماء اللہ کے جلسوں میں بھرپور بیداری پیدا کرنے کے لیے بہت اچھے پروگرام بناتیں جن کی رپورٹ حضور کی خدمت میں بھی بھیجتیں۔

۱۹۲۴ء کی مجلس مشاورت ۲۰، ۲۱، ۲۲ مارچ کو منعقد ہوئی۔ اس مجلس مشاورت میں بھی حضرت سیدہ کی طرف سے لجنہ اماء اللہ کی رپورٹ پیش ہوئی تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول سے رپورٹ کا ایک حصہ درج ذیل ہے۔

رپورٹ لجنہ اماء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح و بزرگان سلسلہ

السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته

اللہ میاں کی لونڈیوں کی انجمنیں یعنی لجنہ اماء اللہ خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے اور حضور اقدس کی سرپرستی سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہے۔ لجنہ کے اجلاس خدا کے فضل سے باقاعدہ ہر ماہ چار ہوتے ہیں۔۔۔

جیسا کہ حضرت صاحب کا منشا ہے ممبرات مضمون سناتی اور تقریروں کی مشق کرتی ہیں۔۔۔ خدا کے فضل سے لجنہ کی طرف سے چار درس گاہیں قادیان میں کھولی گئی ہیں۔ دارلعلوم، دارالرحمت اور دارالفضل کی مستورات اور لڑکیوں کو صالحہ بیگم صاحبہ اہلیہ سید میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل قرآن مجید باتفسیر، عربی کی تیسری کتاب مشکواۃ اور فارسی کی پہلی کتاب پڑھاتی ہیں۔

صرف ونحو عربی کا سبق بھی دیتی ہیں اور اربعین اور عمدۃ الاحکام نیز عربی کی پہلی اور دوسری کتاب کشتی نوح پڑھا چکی ہیں اور قرآن کریم کا آٹھواں پارہ شروع ہے ان کے پاس دس لڑکیاں پڑھتی ہیں۔

دو درس گاہیں حضرت مسیح موعود کے گھر کے اندر ہیں اول والدہ ناصر احمد صاحبہ اہلیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس چھ سات لڑکیاں باقاعدہ قرآن شریف عربی اور کتب حضرت مسیح موعود پڑھتی ہیں۔ تیسری درسگاہ کی لڑکیوں کو عاجزہ پڑھاتی ہے۔ میرے پاس آٹھ لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ عربی کی پہلی کتاب ختم ہوگئی ہے اور دوسری قریب الاختتام ہے۔ قرآن مجید اسباق القرآن کے طریق پر پڑھایا جاتا ہے۔ اور حضرت خلیفہ اول اور حضرت خلیفہ ثانی کے درسوں کے نوٹ بھی پڑھائے جاتے ہیں اور یاد کروائے جاتے ہیں۔

کتاب الصرف بھی پڑھائی جاتی ہے فقہ احمدیہ کے تمام مسائل زبانی یاد کرواتی ہوں۔ کشتی نوح اور اربعین ختم ہو گئی ہے۔ اور نزول مسیح، عمدۃ الاحکام قریب الاختتام ہے۔ قرآن کریم کا تیسرا پارہ شروع ہے۔ قرآن کریم کا سبق چونکہ اسباق القرآن کے طریق پر ہوتا ہے اس لئے ابھی تک تھوڑا ہی پڑھایا جا سکا ہے۔

چوتھی درسگاہ مریم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علی صاحب کے یہاں ہے۔ بہن مریم کے پاس مختلف استعدادوں کی مستورات اور لڑکیاں پڑھتی ہیں ان کی صحیح تعداد اس وقت مجھے معلوم نہیں ہے پچیس تو صرف قاعدہ یسرنا القرآن پڑھنے والیاں ہیں۔ پچیس قرآن کریم ناظرہ۔ پچیس باترجمہ۔۔۔۔

جو لڑکیاں میرے پاس اور صالحہ بیگم کے پاس پڑھتی ہیں ان کے

باقاعدہ امتحان بھی پرچوں سے لیے جاتے ہیں۔

جس قدر چندے کی تحریکیں ہوئی ہیں ان میں لجنہ کی ممبرات خصوصاً حصہ لیتی ہیں اور ہر تحریک پر قادیان کی مستورات سے چندہ وصول کرنا بھی لجنہ کے ذمہ ہے۔ امسال جلسہ سالانہ کے انتظام میں لجنہ نے خاطر خواہ حصہ لیا اور کیا بلحاظ حسنِ انتظام جلسہ گاہ ادا کیا۔ بلحاظ تواضع مہمانان جلسہ مستورات گزشتہ تمام جلسوں سے بفضلہٖ تعالیٰ شان دار تھا۔ الحمدللہ

علاوہ اس کے جب قادیان میں مذہبی سکھوں کا جلسہ احمدیوں کی طرف سے ہوا تھا۔ سردار خزاں سنگھ کے مکان پر سکھ مستورات، میں بھی لجنہ کی طرف سے ایک جلسہ کیا گیا تھا۔ جو بہت مفید ثابت ہوا۔

مدرسہ دینیات کا معائنہ بھی کبھی کبھی کرتی ہوں۔

جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا منشا ہے لجنہ کی طرف سے کبھی کبھی بیوگان اور غریب یتیم بچوں کو دعوت بھی دی جاتی ہے۔

مختصر طور پر یہ بتانا چاہتی ہوں کہ لجنہ کے دفتر میں پانچ رجسٹر ہیں۔

اول رجسٹر تجویزات اس رجسٹر میں جو عمدہ تجویز مستورات کے لئے مشورے سے کی جاتی ہے لکھی جاتی ہے اور حضرت صاحب کے حضور پیش کی جاتی ہے حضور خالی حصے میں اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں۔

دوسرا رجسٹر کارگزاری ہے اس میں لجنہ نے جو جو کام کئے بقید تاریخ لکھے جاتے ہیں۔

تیسرا رجسٹر فہرست درخواست ہائے شمولیت لجنہ ہے۔ ان تمام چٹھیوں کی نقل کی جاری ہے جس میں داخل ہونے والی ممبر درخواست کرتی ہیں اور اس کو اس لئے رجسٹر پر چڑھا لیا جاتا ہے کہ اس میں داخل ہو کر

شراکت لجنہ پر کاربند رہوں گی۔

چوتھا رجسٹر اغراض و شرائط لجنہ کا ہے۔

پانچواں رجسٹر مضامین ممبرات لجنہ کا ہے اس میں مضامین کے ہیڈنگ اور سنانے والیوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔۔۔

امۃ الحیٔ

سیکریٹری لجنہ اماء اللہ قادیان

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۱)

تعلیمی مساعی اور کوششوں کے نتائج لجنہ اماء اللہ کے بہت شاندار نکلے۔ مجلس مشاورت ۱۹۲۴ء میں حضور نے اس بات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا یہاں قادیان میں اس کے متعلق عورتوں کے انتظام کے ماتحت جو کام ہوا ہے وہ بہت خوش کن ہے لجنہ سے تعلیم حاصل کر کے ستر(۷۰) اَسّی (۸۰) کے قریب عورتیں ایسی ہیں جو قرآن کے چھ یا سات پارے تک اور فقہ و حدیث کی کتابیں پڑھ رہی ہیں اور ان کا ایسا سٹینڈرڈ ہے کہ باہر کے مرد بھی اسے پورا نہیں کر سکتے۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۲۷)

ناظر صاحب دعوت تبلیغ نے مستورات کی انجمنوں کو سرکلر بھجوائے اس میں لجنہ اماء اللہ قادیان کی مساعی کا ذکر درج ذیل تھا۔

لجنہ کا تعلیمی سلسلہ برابر ترقی کر رہا ہے اور اس کے لیکچروں کا سلسلہ بھی اور یتامیٰ اور بیوگان کی دعوتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ مذہبی سکھوں میں قبول اسلام کی تحریک بڑے زور سے جاری ہے اس وقت تک کوئی دو ہزار کے قریب مرد اور عورتیں اور بچے ملا کر سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ لجنہ اماء اللہ

کی طرف سے بھی مستورات کو تبلیغ کی گئی اس جلسہ میں سردار خزاں سنگھ صاحب کی اہلیہ جو احمدی ہو چکی تھیں نے تقریر کی اور سیکریٹری صاحبہ لجنہ نے بھی ایک تقریر کی۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۲۵)

مذکورہ بالا اعلیٰ تعلیمی رپورٹ جو ۱۹۲۲ء اور ۱۹۲۳ء کی مجالس مشاورت میں پیش کی گئی کو جب عورتوں کی تعلیمی پس ماندگی کے پس منظر میں دیکھیں تو دل سے بیساختہ حضرت سیدہ کی مساعی پر دعائیں نکلتی ہیں۔

مختلف مساعی

بیت برلن کے لئے چندے کی تحریک

قیام لجنہ کے بعد سب سے پہلی مالی تحریک احمدی خواتین سے حضور نے برلن میں بیت بنانے کے لئے کی۔ احمدی عورتوں نے اس بیت کو بنانے کے لئے مثالی قربانی دی۔

حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کی قلم اور زبان میں ایک خاص جذب اور اثر تھا بات دل سے نکلتی اور سیدھی دل میں اتر جاتی تھی کیونکہ پیچھے دعائیں اور خلوص کارفرما تھے آپ نے بطور سیکریٹری چندے کی تحریک پر ایک سرکلر لجنات کو بھیجا۔ اور اس سرکلر کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کی تحریک برائے بیت برلن شائع کر کے بھجوائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر اثر اور قبولیت ڈالی کہ احمدی خواتین کی قربانی کا معیار اتنا بلند ہوا کہ قرون اولیٰ کی خواتین کی قربانی کی یاد دلاتا تھا۔ سرکلر درج کیا جاتا ہے۔

بخدمت شریف ہمشیرہ مکرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ امسال اللہ تعالیٰ نے سلسلہ کی خدمات کے لئے ہم مستورات کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے بلایا ہے۔ حضرت اقدس نے قادیان میں لجنہ اماء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں کی انجمن قائم فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اس طرح

اور تمام جگہوں میں بھی جہاں احمدیوں کی انجمنیں ہیں مستورات کی انجمنیں قائم کی جائیں۔ تمام احمدی بہنوں کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے دین کی خدمت میں کوئی کام لے لے۔ یا اللہ ہم ناچیز بندیوں کو توفیق دے کہ جو کچھ ہم سے تیرے دین کی خدمت ہو سکتی ہے وہ سب، ہم تیری رضا کے ساتھ ادا کریں۔ آمین۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی پاک بیبیاں مردوں کی امداد جنگوں کے مواقع تک فرماتی تھیں۔ ہمارے واسطے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمت کی بہت سی راہیں ہیں جن سے بہنیں اپنے اپنے موقع پر ضرور فائدہ اٹھائیں گی۔ ایک خدمت دین کا کام چندہ خود دینا اور دوسروں سے جمع کروانا ہے کہ روپیہ کے ذریعے سے اس زمانے میں دین کے بہت سے کام ہو رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے۔ چندہ ایک تو عام ہوتا ہے کہ اس کا روپیہ کسی خاص کام کے لئے مقرر نہیں ہوتا اور ایک چندہ خاص ہوتا ہے جس سے کوئی خاص کام کیا جاتا ہے۔ ہماری انجمن قائم فرمانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک بڑا کام ہمارے سپرد کیا ہے جس کے لئے ہم سب احمدی بہنیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا جس قدر شکریہ ادا کریں وہ کم ہے۔ کیونکہ جرمنی جیسے ملک میں جس کی طاقت کا لوہا جنگ میں ساری دنیا مان چکی ہے۔ احمدی بہنوں کی طرف سے اس محلّہ میں جو شاہی محل کے قریب ہے مسجد کھڑی کر دینا ایک نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں سے مل سکتی ہے۔ پس سب بہنیں اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کریں اور خوب دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ اس مسجد کے چندہ کے لئے جو تحریک حضرت خلیفۃ المسیح نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمائی وہ میں نے بہنوں کو پڑھنے

کے لئے علیحدہ چھپوائی ہے جو میں آپ کی خدمت میں بھیجتی ہوں کہ آپ خود پڑھیں اپنے قریب کی تمام دوسری بہنوں کو جمع کر کے سنائیں کہ جس قدر بھی زیادہ سے زیادہ اور جلد از جلد چندہ جمع ہو سکے وہ جمع کیا جائے۔

یہ ایک بڑا اور پہلا کام ہمارے سپرد ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس میں کسی قسم کی کمی رہ جائے جو بہنیں منظّم ہوں ان کے کام اور سب چندہ دینے والی بہنوں کے نام مع چندہ کی تفصیل کے حساب لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت کے مطابق ارسال کیا جائے۔

نوٹ: جن بھائی صاحب کو میری یہ چٹھی پہنچے وہ اپنی اہلیہ صاحبہ یا کسی خاص رکن بہن کے سپرد کر دے اور اس کے متعلق کارروائی میں حسب ضرورت ان کی امداد فرمائیں۔

والسلام خاکسار

امتہ الحیٔ

سیکریٹری انجمن لجنہ اماء اللہ

قادیان ۲۴ فروری ۱۹۲۳ء

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۹۳۔۹۵)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا تھا کہ احمدی خواتین نے فقید المثال مالی قربانی کا مظاہرہ کیا چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں ''عورتوں نے اپنے اخلاص کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے جو کسی اور جگہ ہرگز نہیں مل سکتا۔۔۔

اس تحریک پر اس وقت تک گیارہ عورتیں احمدیت میں داخل ہو گئیں تاکہ وہ بھی اس چندہ میں شامل ہو سکیں۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عورتیں پہلے ہی احمدی تھیں۔۔۔ مگر اُن میں احمدیت کے اظہار کی جرأت نہیں تھی اب

انہوں نے اظہار کی جرأت کی۔۔۔ اس طرح تحریک نے گیارہ روحوں کو ہلاکت سے بچالیا۔‘‘

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۹۹)

تحریک شدھی میں لجنہ کا جہاد

احمدی عورتیں ابھی بیرون ملک تبلیغی جہاد یعنی مسجد برلن کے لئے چندہ جمع کرنے کی مہم میں مصروف تھیں کہ اندرون ملک کفر کی غارتگریاں بڑھنے لگیں۔ ہوا یوں کہ پرانی ملکانہ راجپوت کہلانے والی قومیں جو یوپی کے متعدد شہروں اور ان کے نواحی علاقوں میں پھیلی ہوئی تھیں اور اسلام قبول کر چکی تھیں انہیں دوبارہ شدھ کرنے یعنی ہندو بنانے کا کام آریہ قوم ایک عرصہ سے کر رہی تھی۔ مگر مسلمانوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی تھی آہستہ آہستہ بہت بڑے پیمانے پر یہ کام شروع ہو گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جن کا ہر لمحہ تبلیغ دینِ حق میں بسر ہوتا تھا کی دینی غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی حضور نے مارچ ۱۹۲۳ء کو باقاعدہ اس فتنہ کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں فی الحال ۱۵۰ احمدیوں کی ضرورت ہے جو اپنے آپ کو وقف کریں اور اپنے خرچ پر جا کر وہاں تبلیغ کریں۔۔۔ احمدی مستورات نے بھی درخواست دی اور پوچھا ہم اس تبلیغی جہاد میں کیسے حصہ لیں۔۔۔ ۱۳ مارچ کو حضور بعد از نماز مغرب احباب کے ساتھ رونق افروز تھے اور اس بات پر غور ہو رہا تھا کہ راجپوتوں میں تبلیغ کے لئے فوری چندہ جمع کرنے کے کیا طریق اختیار کیے جائیں۔

حضور نے فرمایا میں گھر میں جتنی دفعہ مستورات کے پاس سے گزرا ہوں ان میں اسی معاملہ کے متعلق گفتگو ہوتی سُنی ہے کہ ہم کس طرح اس کام

میں حصہ لیں۔۔۔۔ پھر اسی طرح حضور نے درس قرآن کے دوران فرمایا کہ لجنہ کی ممبرات کی اس درخواست سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ مستورات میں بھی قربانی اور ایثار کے جذبات پائے جاتے ہیں اور وہ بھی ہر خدمت میں حصہ لینے کو تیار ہیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۰)

لجنہ اماء اللہ قادیان کی طرف سے محترمہ سیکریٹری صاحبہ لجنہ سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بیس بڑے اور ایک چھوٹا دوپٹہ اس لئے ارسال فرمائے کہ عید کے موقع پر ان راجپوت عورتوں کو جنہوں نے فتنہ ارتداد کا مقابلہ جواں مردی سے کیا ہے اور تکالیف برداشت کر رہی ہیں، کو یہ دوپٹے احمدی عورتوں کی طرف سے بطور تحفہ دیئے جائیں چھوٹا دوپٹہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور سیدہ امتہ الحئی صاحبہ کی صاحبزادی امتہ القیوم نے (جس کی عمر چھ سال ہے) بھیجا ہے کہ کسی چھوٹی ملکانی کو دیا جائے۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ ۱۱۲)

دعوت الی اللہ کی تڑپ

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی وفات پر ۳۰ دسمبر ۱۹۲۴ء کو تراب منزل میں لجنہ اماء اللہ نے جو جلسہ کیا اس میں آپ کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لجنہ اماء اللہ کی ترجمان محترمہ سکینۃ النساء صاحبہ نے فرمایا:

ہماری بہنوں کو غالباً معلوم ہے کہ سیدہ مرحومہ کو باوجود اس کے کہ حضرت صاحب کی خدمت گزاری اور تربیت اولاد سا نازک کام بھی سپرد تھا مگر پھر بھی اپنی جنس کی بھلائی کرنا ان فرائض ذاتی پر مقدم تھا۔ باہر کی تعلیم

یافتہ بہنوں سے سلسلہ خط وکتابت برابر جاری رہتا۔ تبلیغ احمدیت کا اس قدر طبیعت میں جوش تھا کہ جب ملکانہ میں تبلیغ اسلام کا سوال پیدا ہوا آپ خود بنفسِ نفیس وہاں کی عورتوں میں جا کر تبلیغ کرنے کو آمادہ ہو گئیں اور لجنہ میں اپنے پُر زورِ خیالات ظاہر کیے اور یہاں سے عید کے موقع پر ملکانہ کی نومسلم عورتوں کو تحفے بھجوائے پھر جناب مفتی محمد صادق صاحب یورپ سے تشریف لائے ہیں تو ان کو ممبرات لجنہ کی جانب سے ایڈریس بھی پیش کر کے توجہ دلائی کہ جو مفید کام مردوں کے لیے کیا جائے اس میں عورتوں کا بھی حصہ ہو۔

(رسالہ تادیب النساء نمبر ٦ تا ٩)

زنانہ وارڈ نور ہسپتال

لجنہ اماء اللہ کے ذمہ نور ہسپتال قادیان کے زنانہ وارڈ کی تعمیر کی تحریک بھی تھی تاریخ لجنہ اماء اللہ میں سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کے اس کام کا ذکر یوں ملتا ہے۔

یکم اگست ۱۹۲۳ء کو صبح آٹھ بجے زنانہ وارڈ کا سنگِ بنیاد حضرت اماں جان کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا۔۔ آپ نے ہسپتال کے لئے دعا کی۔۔۔ سو کے قریب احمدی خواتین اس موقع پر موجود تھیں اینٹ رکھنے کے بعد ایک مختصر سا جلسہ ہوا جس میں حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ سیکریٹری لجنہ اماء اللہ نے شفا خانے کا مختصر حال اور کارگزاری کو پیش کرتے ہوئے، چندہ کی تحریک کی جس پر اسی وقت ڈیڑھ سو روپے کے قریب وعدہ ہو گیا۔ تحریک چندہ کے بعد حضرت اماں جان، حضرت سیدہ ام ناصر صدر لجنہ اماء اللہ اور حضرت سیدہ امتہ الحئی سیکریٹری لجنہ اماء اللہ نے ہسپتال کا معائنہ فرمایا بعد معائنہ سیکریٹری صاحبہ نے تحریری طور پر حسب ذیل رائے کا اظہار فرمایا۔

مریضوں کی تعداد بہت ہے اور سامان کم ہے کام مستعدی سے ہوتا ہے جماعت کو اس طرف خصوصاً توجہ دینی چاہیے۔ نیز مستورات کے لیے ایک دایہ کی اشد ضرورت ہے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کا اخلاص قابل قدر ہے۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۵)

حضرت سیدہ کی بیماری اور وفات

حضرت مصلح موعود سفر یورپ پر جانے سے پہلے اپنی بعض مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے ایک پانچویں مشکل یہ بیان فرماتے ہیں۔ ''میری دو بیویاں اس وقت حاملہ ہیں اور دونوں کو اسقاط کا مرض ہے اور بچے ان کو، سخت تکلیف سے ہوتے ہیں یہاں تک کہ جان کی فکر پڑ جاتی ہے اور ان کے وضع حمل کا زمانہ وہی ہے جو اس سفر میں خرچ ہوگا۔''

ان مشکلات کے باوجود حضور نے دعاؤں، استخاروں کے ساتھ قادیان اور بیرونی جماعتوں کے مشورے سے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔ ساری دنیا کو اسلام کے حلقہ میں لانا ہمارا فرض ہے۔۔۔ ان ضروریات کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مذہبی کانفرنس کی تحریک کو ایک خدائی تحریک سمجھ کر اس وقت باوجود مشکلات کے اس سفر کو اختیار کروں۔''

(الفضل ۲۴ جون ۱۹۲۴ء۔ انوار العلوم جلد ۸ صفحہ ۳۸۰)

سفر میں ۱۰ نومبر ۱۹۲۴ء کو آپ کو تار ملا کہ حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کے یہاں لڑکا مرزا خلیل احمد پیدا ہوا ہے۔ شیخ یعقوب علی صاحب جو آپ کے ساتھ سفر میں تھے بیان کرتے ہیں میں مبارکباد دینے گیا تو حضور کو متفکر پایا اور وہ تار جو آپ نے مبارکباد کے تار کے جواب میں دیا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو اندر ہی اندر ایک تشویش تھی اور ان منذر خوابوں سے بھی آپ واقف تھے جن کی اطلاع مولیٰ کریم نے آپ کو سفر سے پہلے دی تھی۔ بہرحال

بمبئ پہنچتے پہنچتے سیدہ کی علالت کی خبریں آنے لگیں اور آگرہ میں بہت ہی تشویش ناک خبر ملی جس پر ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو فوراً قادیان بھیج دیا دہلی میں جو خبر ملی اس نے تو سب کو بہت پریشان کر دیا۔

حضور ۲۵ اکتوبر کو لندن سے واپسی کے لئے روانہ ہوئے ۱۸ نومبر کو بمبئ اور ۲۴ نومبر کو قادیان پہنچے۔ حضور کی عادت تھی کہ سفر سے واپس آ کر پہلے سیدھے بہشتی مقبرے حضرت مسیح موعود کے مزار پر دعا کے لئے جاتے پھر حضرت اماں جان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوتے۔ حضور نے اسی طرح کیا پھر حضرت سیدہ امتہ الحئ بیگم صاحبہ کے پاس تشریف لائے۔

۹ دسمبر ۱۹۲۴ء کی رات کو حالت بہت نازک ہو گئی حضور اپنی صحت کی خرابی کے باوجود ساری رات تیمار داری کرتے رہے۔ سیدہ امتہ الحئ بیگم صاحبہ کے بھائی کہتے ہیں کہ آخری لمحات میں آپ کے منہ پر یہ الفاظ تھے۔ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہوں میں خدا کے مسیح پر ایمان رکھتی ہوں اور میرا ایمان اس طرح کا ہے جیسا کہ خلیفۃ المسیح کا ہے۔ میں حضرت مسیح موعود کے خلفاء پر ایمان رکھتی ہوں اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سرہانے کی طرف تشریف فرما تھے آپ کو حضور کا چہرہ نظر نہ آتا تھا گھبرا کر بولیں ''مجھے آپ کا چہرہ نظر نہیں آتا میرے سامنے ہو جائیے آپ نے اپنے بھائی عبدالوہاب سے کہا کہ لیمپ سامنے لاؤ چہرہ اچھی طرح نظر نہیں آتا وہ لیمپ لیے آئے اور دیر تک حضور کو ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہیں پھر والدہ صاحبہ سے مخاطب ہوئیں ''میں آج تک آپ کی فرمانبردار رہی مگر افسوس اس وقت مجبور ہوں'' پھر حضرت اماں جان سے دعائے مغفرت کی درخواست کی پھر اپنے بھائیوں سے مخاطب ہوئیں اور بلند آواز میں کہا عبدالسلام السلام علیکم،

عبدالوہاب السلام علیکم عبدالمنان السلام علیکم پھر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو بلایا سلام کیا اور یوں مخاطب ہوئیں میرے اور آپ کے تعلقات خاص تھے اور ہمیشہ اچھے رہے آپ ہمیشہ میرے لیے دعا کرتی رہیں اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے۔ پھر دیر تک اونچی آواز میں اپنے مولیٰ کو یاد کرتی رہیں بار بار کلمہ پڑھتی رہیں اور عقائد اسلام کا نام لے کر اقرار باللسان کرتی رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح سے مخاطب ہو کر کہا۔

میرے تمام احمدی بھائیوں کو السلام علیکم پہنچا دیں۔ چنانچہ حضور نے آپ کی وفات کے بعد تیسرے روز خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ مرحومہ کی آخری باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ تمام احمدی بھائیوں کو میری طرف سے السلام علیکم پہنچا دیں چونکہ میں ہی اس وقت مخاطب تھا اس لئے میں ان کا سلام تمام دوستوں کو پہنچاتا ہوں۔ **وعلیها السلام فی العقبیٰ والاخرة -**

(الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۲۴ء)

۱۰ دسمبر ۱۹۲۴ء کو صبح کو تھوڑا سا افاقہ ہوا بچیوں کو بلایا اور پیار کیا صاحبزادی امتہ القیوم کو (جو بہت گھبرائی ہوئی تھیں) تسلی دی دس بجے کے قریب طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تھی اس حالت میں اپنے مولیٰ کو یاد کرتی رہیں اور بار بار کلمہ پڑھتی تھیں۔

ایک بجے کے قریب حضرت صاحب سے کہا مجھے بٹھا دو حضرت صاحب نے نہایت محبت سے پیشانی پر بوسہ دے کر گود میں بٹھا لیا۔ حضور نہایت رقت بھرے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور تہہ دل سے دعائیں کر رہے تھے اس وقت حضرت سیدہ امتہ الحیٔ نے درد انگیز لہجے میں کہا ''اے خدا میں نے سب کچھ تجھ کو سونپا اب تو مجھے اپنے دامن محبت میں چھپا لے میں

کچھ نہیں۔''

حضور نے رقت بھری آواز سے کہا کہ ''تم تو خدا کے فضل سے بڑی پکی مومنہ ہو'' اس فقرے کو حضور نے کئی بار دہرایا مرحومہ نے ماموں جان (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب) کو کہا ''کہ دوائی پلا دیں'' اس پر دوائی پلائی گئی حضور نے فرمایا کہ اس وقت معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے اللہ پر بھروسہ رکھو یہ کہہ کر حضور نے لٹا دیا اور دعا کے لئے ''بیت الدعاء'' میں تشریف لے گئے اس وقت سب کے دل بے چین اور بے قرار تھے اور ہر ایک دُعا میں لگا ہوا تھا۔ سیدہ امتہ الحئی صاحبہ بلند آواز سے خود بھی دعائیں کر رہی تھیں۔ آپ دعائیہ طور پر اللہ میاں سے گزارش کرتیں کہ اللہ میاں اب تو مجھے جلد اپنے پاس بلا لے۔

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی وفات غسل اور تجہیز و تدفین

اسی دن ۱۰ دسمبر کو طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔ سوا تین بجے دوپہر بدھ کے روز آپ نے دعائیں کرتے ہوئے جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

مرحومہ کی وصیت کے مطابق آپ کی والدہ صاحبہ اور خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک اور عورت کی معاونت سے غسل دیا۔ حضور نے مجلس معتمدین کو آپ کے ۱/۳ حصہ وصیت کی ادائیگی اور احاطہ خاص میں تدفین کے بارے میں خط لکھا۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۴ء کو اسی جگہ جہاں حضرت مسیح موعود کا جنازہ

رکھ کر پڑھایا گیا تھا حضرت سیدہ کا جنازہ رکھا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح نے آٹھ تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی اور بہت لمبی دعا کی۔ آپ کی تدفین حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کے قدموں کی طرف بہشتی مقبرہ قادیان کے احاطہِ خاص میں کی گئی جمعہ ۱۳ دسمبر کو مسجد اقصیٰ میں حضور نے پھر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تمام جماعتوں کو بھی نماز جنازہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔

(الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۲۴ء)

حضرت مصلح موعود نے آپ کی وفات پر جماعت کے نام پیغام میں فرمایا مرحومہ علاوہ اس کے کہ حضرت استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین صاحب کی صاحبزادی تھیں دین اور اسلام کی اس قدر محبت رکھتی تھیں اور سلسلہ کی عورتوں کی علمی ترقی کی ان کے دل میں اس قدر تڑپ تھی کہ میرے نزدیک ساری جماعت میں اس قسم کی کوئی عورت موجود نہیں۔ مزید براں وہ مجھ سے اس قسم کا عشق رکھتی تھی کہ شاید کسی خاوند کو ایسی محبت کرنے والی بیوی ملی ہو۔ بس میں اپنے سب بھائیوں سے خاص طور پر درخواست کرتا ہوں کہ وہ مرحومہ کے لئے جلد سے جلد جمع ہو کر دعائے مغفرت کریں اور نماز جنازہ ادا کریں۔

مرحومہ کا آپ پر تیہرا حق ہے۔ وہ اس زمانے کے مُرسل حضرت مسیح موعود کی بہو تھیں اور خلیفہ اول کی بیٹی تھیں۔ اور میری بیوی تھیں۔ پس ایک رنگ میں آپ لوگوں سے ان کو علاوہ بہن کا رشتہ ہونے کے ماں ہونے کا بھی تعلق تھا۔

(الفضل قادیان ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء)

حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کو حضور کی رفاقت اور محبت کے

صرف ۱۰ سال ملے۔ آپ کی اولاد

1- صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ پیدائش ۱۹۱۶ء آپ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد) کی زوجہ محترمہ ہیں اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی بہو ہیں۔

2- صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ پیدائش ۹ نومبر ۱۹۱۸ء آپ محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب (مرحوم) کی زوجہ محترمہ ہیں۔

3- صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب پیدائش ۱۰ نومبر ۱۹۲۴ء۔

ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب تحریر کرتے ہیں:

''میاں خلیل احمد صاحب پیدائش کے وقت بہت کمزور تھے۔ ان کا وزن صرف ۱/۲-۳ پاؤنڈ تھا۔ حضرت اماں جی (حرم حضرت خلیفۃ المسیح اول) حضور سے اجازت کے بعد پرورش کے لئے اپنے گھر لے گئیں اور قدرین بیگم بنت میاں رحمت اللہ صاحب سنوری آپ کی دودھ پلائی اور آیا مقرر ہوئی۔ خاکسار کے سپرد ان کی طبی خدمات ہوئیں اور دو سال تک تقریباً روزانہ ہی ایک بار اور بعض دفعہ تین تین بار دیکھنے جانا ہوتا۔ اور میاں صاحب مجھے اپنے بچوں سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے۔

حضرت مصلح موعود نے حضرت سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ کے وصال پر جو خط احباب جماعت کے نام لکھا اس میں اولاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا مرحومہ نے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا جو ابھی ایک ماہ کا ہے چھوڑا ہے احباب ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا میں عزت بخشے اور اسلام کا خادم بنائے تا کہ مرحومہ کے لیے ثواب جاریہ کا کام دیں۔

(الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء)

حضور نے مرزا خلیل احمد کی پیدائش کی خوشخبری سیدہ کو پہلے سے دے دی تھی۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ”خوش خبری سن لو کہ تمہارے ہاں لڑکا ہو گا جو بہت بااقبال ہو گا۔ پہلے ان سے لڑکیاں ہوئیں تھیں مگر اسی ماہ میں یہ گفتگو ہوئی حمل ہوا لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام ”خلیل احمد“ رکھا گیا۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۱۸۲۔۱۸۳)

مرزا خلیل احمد کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی صاحبزادی امتہ المجید صاحبہ بنت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے ہوئی۔ طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے علیحدگی ہو گئی۔ دوسری شادی اسماء طاہرہ صاحبہ بنت مولوی عبدالباقی صاحب سے ہوئی۔ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کا انتقال ۱۹۷۵ء میں ہوا۔

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی وفات پر حضور نے مختلف اوقات میں اپنے رنج وغم کا اظہار فرمایا۔ بعض نادانوں نے اعتراض کیا کہ حضور بے صبرے ہو رہے ہیں جس پر حضور نے زبردست جلالی خطاب ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء بعد نماز عصر بیت اقصیٰ قادیان میں کیا۔

حضور نے فرمایا:

”آج کل میری صحت اور ڈاکٹری مشورہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں کل کے خطبہ کے بعد اس قدر جلدی کوئی اور تقریر کروں لیکن بعض ایسے واقعات پیدا ہو گئے کہ جن کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور باوجود اس کے کہ صحت کا تقاضا اس کے خلاف ہے آج پھر آپ لوگوں کے سامنے کچھ بیان کروں گا۔

پیشتر اس کے کہ میں کوئی اور مضمون بیان کروں میں یہ بتلا دینا چاہتا

ہوں کہ کل کی حالت سے آج کی حالت بالکل متضاد ہے۔ کل کی حالت تو دعا کی تھی اور آج کی حالت غضب کی ہے۔ کل تو میں اس انسان کی طرح تھا جس کے جسم کا ہر ذرہ اپنے رب کے سامنے پگھل کر اپنے لئے اور دوسروں کے لئے دعائیں کر رہا ہو اور آج اس حالت میں ہوں کہ میرے تمام حواس اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ میں کسی کے لئے بددعا نہ کروں۔

مجھے بعض لوگوں کے ایسے خیالات معلوم ہوئے ہیں جو اس قسم کی بدظنیوں پر مشتمل تھے کہ جن میں میرے اخلاص اور ایمان پر ایسا حملہ تھا جس سے سر سے لے کر پیر تک میرے جسم کے اندر خون جوش مار رہا ہے۔ بعض نادانوں اور جاہلوں نے میرے کل کے خطبہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا میں اپنی بیوی کی وفات پر صبر کے دامن کو چھوڑ بیٹھا ہوں اور اب قریب ہے کہ میں غم کے مارے ہلاک ہو جاؤں اس لئے وہ تسلی دینے لگے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض اور لوگوں کو بھی اس قسم کا خیال ہو اور انہوں نے اظہار نہ کیا ہو۔

ان نادانوں نے میرے پہلے حالات پر نظر نہ کی اور اگر کی تو باوجود ان حالات کے جانتے ہوئے بھی مجھ پر بدظنی کی۔ نبی کریمؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کہ یہ رسول تو تم میں ہی رہا ہے تم اس کے حالات سے خوب واقف ہو۔

اسی طرح آج میں بھی کہتا ہوں۔ او نادانو اور جاہلو! میں بھی تم میں بچپن سے رہتا ہوں۔ تم نے میرے حالات کو جانتے ہوئے پھر میرے متعلق کیونکر اس قسم کی بدظنی کی اور میرے پہلے حالات پر کیوں نظر نہ کی۔ تم جانتے ہو کہ جس زمانہ میں غم اور حزن کے مارے تمہاری کمریں ٹیڑھی ہو رہی تھیں اس وقت میرے جادۂ استقلال میں فرق نہ آیا۔ اور میں نے کبھی غم اور حُزن کو

پاس نہیں آنے دیا۔ یعنی تم اس پرانے تجربہ کی بناء پر سمجھ سکتے تھے کہ یہ خیال تمہاری اپنی نظر کی نابینائی کا نتیجہ ہے۔تم اپنی نظر کی نابینائی کو میری طرف تو منسوب نہ کرتے۔

تم میرے ان مضامین کو جو میں نے راستہ سے لکھے دیکھتے۔ اگر ان مضامین اور خطبہ میں کوئی ترتیب نظر نہ آتی تو دھوکا کا احتمال ہوسکتا تھا لیکن اگر ان میں باہم ترتیب ہو اور ایک ایک انچ باہم مطابق ہو تو تم کو سمجھ لینا چاہیے تھا کہ تمہارا خیال تم کو غلطی میں مبتلاء کر رہا ہے اور تمہارا یہ خیال محض ایک بدظنی ہے۔

میں سمجھتا ہوں دو چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ان کو غلطی لگی اور انہوں نے بدظنی کی۔ ایک میرے چہرہ پر غم کے آثار اور آنسو۔ دوسرے میرا مجلس میں آتے وقت لوگوں سے الگ رہنے کی درخواست کرنا یا مجلس سے علیحدہ کھڑے رہنا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو آنکھیں دی ہوئی تھیں، اگر ان میں کچھ بینائی ہوتی تو ان کو معلوم ہوتا کہ میری یہ علیحدگی آٹھ دن سے جاری ہے۔

اور اس کی وجہ اعصابی درد ہے جس کا لقوہ کی صورت اختیار کرنے کا ڈر تھا اور اسی وجہ سے باوجود یکہ امتہ الحئی کی حالت اچھی تھی مگر میں مسجد میں نہیں آتا تھا۔ میں نے ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سے بھی جو میرے معالج تھے کہا تھا کہ جب لوگ مجھ پر ہجوم کر کے آتے ہیں تو معاً مجھے اعصابی دورہ شروع ہو جاتا ہے، میرے پٹھے کھنچنے لگتے ہیں اور قریب ہوتا ہے کہ مجھے لقوہ ہو جائے لیکن اب اس واقعہ کے بعد باوجود اس تکلیف کے موجود ہونے کے معاً نماز میں آنا شروع کر دیا ہے تاکہ میری طرف کوئی یہ منسوب نہ کرے کہ ایسے رنج میں مبتلا ہوں جس کو برداشت نہیں کرسکتا۔

دوسری وجہ بیماری کی زیادتی کی یہ تھی کہ جب میں باہر آتا تھا تو لوگ میرے پاس درخواستیں لاتے تھے کہ ہمیں فلاں تکلیف ہے اور ہم اس انتظار میں تھے کہ حضور تشریف لاویں تو حضور کے پاس عرض کریں۔ یا ہمیں فلاں امر کی ضرورت تھی اور افسروں نے حضور کی واپسی تک اسے ملتوی رکھا ہوا تھا اور ادھر میری یہ حالت ہے کہ مجھے جب معلوم ہو کہ فلاں کو یہ تکلیف ہے اور میں اس تکلیف کو دور نہیں کر سکتا یا اس کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا تو مجھے سخت بے چینی ہوتی ہے۔ غالباً میں نے میاں بشیر احمد صاحب سے ذکر کیا تھا کہ مجھ پر ایک جنون کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے جب مجھ پر حاجت مند لوگوں کا ہجوم جمع ہوتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میں فلاں شخص کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اور میری والدہ صاحبہ بھی میری اس حالت سے واقف ہیں کیونکہ ان کے پاس میں نے ذکر کیا تھا کہ ادھر مجھے دورہ ہوتا ہے اور ادھر میں ان کی تکلیف پڑھتا ہوں تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا ایسا نہ ہو کہ میں جلسہ سے پہلے زیادہ بیمار ہو جاؤں۔ اس وجہ سے میں ان دنوں میں جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی سامان نہ کر دے لوگوں سے الگ رہوں گا۔ یہ واقعات تھے جن کی وجہ سے میں باہر کم آتا اور لوگوں سے الگ رہتا تھا۔

بلکہ یہاں تک حالت رہی ہے کہ اسی وجہ سے میں مرحومہ کی ایسی تیمارداری بھی نہیں کر سکا جیسا کہ میرا دل تیمار داری کرنے کو چاہتا تھا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی مرض الموت میں مجھ سے کہا بھی کہ جب آپ آتے ہیں تو میری بیماری میں کمی معلوم ہونے لگتی ہے اس کا مطلب یہی تھا کہ تم کم آتے ہو۔

باقی رہا دوسرا سوال میں اس کو کئی حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ پہلی بات غم کے متعلق ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مجھے غم ہے اور بہت غم ہے۔ اس کا اثر میرے چہرے پر بھی ظاہر تھا جو اب نہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اب غم نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ میں ضبط کر سکتا ہوں اور مجھے اپنے جذبات پر قابو ہے اور بہت قابو ہے اور میں ایسی حالت میں ہنس بھی سکتا ہوں۔ اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں اس وقت غم کی حالت میں ہوتا ہوں۔ گھر میں میرا بچہ بیمار ہوتا ہے یا اور قومی غم ہوتے ہیں لیکن معاً میں اپنے چہرہ کو ہنسی والا بناتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ اس شخص کی خوشی میں شامل ہوں۔ لیکن تم ایسا نہیں کر سکتے بلکہ تم میں سے کئی لڑ پڑیں گے کہ ہمارے گھر تو ماتم ہے اور تم ہمیں یہ بتانے آئے ہو کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کے فضل سے میں نے اسے سنبھالا ہے تو میرا فرض ہے کہ میں جماعت کے غموں اور خوشیوں میں شامل ہوں۔ پھر میں ان غموں کو بھی ظاہر کرتا ہوں تاکہ کوئی بیماری پیدا نہ ہو کیونکہ غموں کے دبانے سے بھی اعصاب پر برا اثر ہوتا ہے لیکن جب ایسا موقع ہو کہ اس غم کو دبانا ہو تو دبا بھی سکتا ہوں۔ آج تم میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو مجھ سے زیادہ خوشی والا چہرہ بنائے اور مجھ سے زیادہ ہنس سکتا ہو۔ گو میرے دل میں اس وقت غضب ہے۔

میں نے جو اسلام کو سمجھا ہے۔ اس کو غرور کہو، عُجب کہو، خود پسندی، اپنی تعریف آپ کرنے کا عادی کہہ لو لیکن میں یقین واثق سے کہتا ہوں کہ

میں نے تم سب سے زیادہ سمجھا ہے اور اس پر میں فخر نہیں کرتا اور اس خوبی کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اس کو خدا کا فضل جانتا ہوں اور اسی وجہ سے میں جب کبھی بھی سیکھنے کی مجھے ضرورت ہوتی ہے کہتا ہوں کہ اے خدا! تو اس بات کو جانتا ہے میں کسی علم کو اپنی طرف کبھی منسوب نہیں کرتا بلکہ اس کو محض تیرا فضل و احسان ہی خیال کرتا ہوں۔ باقی رہا غم کرنا یا آنسوؤں سے رونا یہ دعا میں تو جائز ہی ہے لیکن اس کے علاوہ بھی جائز ہے۔

حدیث میں آتا ہے جب رسول اللہ ﷺ کے چچا فوت ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ کو کہا گیا کہ اپنے چچا کو دیکھ لیں مگر آپ نے جواب دیا کہ میں ان کی حالت کو دیکھ نہیں سکتا۔ یہ وہ شخص ہے جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ پھر حدیث میں آتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ایسے غمگین رہے کہ اس کے بعد بارہ سال تک آپ زندہ رہے اس عرصہ میں جب کبھی حضرت خدیجہ کا آپ ذکر فرماتے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جایا کرتے تھے۔ جب آپ ان کے کسی رشتہ دار کو دیکھ لیتے تو آپ پر رقّت طاری ہو جاتی۔ اور جب ان کی سہیلیوں کو دیکھتے تو بھی آپ بے اختیار ہو جاتے۔ حتیٰ کہ آپ کی دوسری بیویوں میں رشک پیدا ہو جاتا۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتیں کہ آپ اس بڑھیا کو یاد کر کے کیوں اتنا بیتاب ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتیں کہ اس نے کتنی خدمت اور فرمانبرداری میری مشکلات کے وقت کی۔ پھر ایک دفعہ نبی کریم ﷺ اپنے نواسہ پر روئے تو ایک جاہل نے آپ کو کہہ دیا، رسول ہو کر پھر روتے ہیں تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے شقی القلب نہیں بنایا۔ تجھے اگر شقاوت حاصل ہے تو نہ رویا کر۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ سخت بیمار ہوئیں اور بیماری کی شدت کے باعث آہ آہ کرنے لگیں۔ تو آپ نے ایک رنگ میں ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن حضرت عائشہ نے ذرا غصہ سے کہا کہ آپ کو کیا میں مر جاؤں گی تو آپ اور شادی کر لیں گے اس پر آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر تم ایسا کہتی ہو تو میں ہی پہلے مروں گا۔ چنانچہ آپ کا اس وقت کا یہ کہا ہوا پورا ہو گیا اور آپ کی وفات حضرت عائشہؓ سے پہلے ہوئی اور حضرت عائشہؓ کو اس بات کا ہمیشہ غم رہا۔ پھر جب حضرت جعفر شہید ہوئے تو تقریر کرتے ہوئے آپ کی گالوں پر تار تار آنسو جاری تھے اور آپ نے فرمایا کہ ''جعفر شہید ہو گئے اور اب زید نے علَم اٹھایا ہے۔ پھر فرمایا اب زید شہید ہو گئے اور یہاں تک کہ پھر سَیۡفٌ مِّنۡ سُیُوۡفِ اللّٰہِ نے علَم اٹھایا اور دشمنوں کو شکست ہو گئی۔ جب جنگ سے خبر آئی کہ فلاں فلاں شخص شہید ہوئے ہیں تو ان کے رشتہ دار اپنے گھروں میں روتے تھے تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا آہ! جعفر پر رونے والا بھی کوئی نہیں۔ بعض نادان عورتوں نے حکم سمجھ کر ان کے گھر میں جا کر پیٹنا شروع کر دیا۔

حضرت حمزہؓ کی شہادت پر برابر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ ان کی وفات کے سالہا سال بعد جب ان کا قاتل وحشی آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا تو بے شک مسلمان ہے اور میں تجھے معاف کرتا ہوں لیکن میرے سامنے نہ آیا کر۔ تجھے دیکھ نہیں سکتا۔ حالانکہ وحشی ہی وہ شخص تھا جو عین لشکر کفار کے قلب میں اس وقت گھس گیا جب کہ باقی فوج پیچھے ہٹ گئی تھی اور لوگ اس کو بھی پیچھے ہٹنے کے لئے کہہ رہے تھے لیکن اس نے کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا جب تک میں حضرت حمزہ کے قتل کے عوض

میں کسی بڑے کافر سردار کو نہ قتل کروں گا اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ چنانچہ اس نے اس وقت مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ یہ اس کے ایمان اور اخلاص کا حال تھا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر میں تجھے نہیں دیکھ سکتا۔

اب حضرت مسیح موعود کا حال سن لو۔ مولوی عبدالکریم صاحب بیمار ہوئے تو مولوی صاحب نے بار بار حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ حضور مجھے اپنی زیارت کرا جائیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں مولوی صاحب کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے اس وقت خود دورہ شروع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کمرہ کو بھی چھوڑ دیا جس میں مولوی صاحب کے کراہنے کی آواز آتی تھی پھر ان کی وفات کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہاں جب مولوی صاحب کو موجود نہیں پاتے تھے اور وہ یاد آ جاتے تو آپ کو سخت تکلیف ہوتی اور فرماتے کہ مجھے بیماری کا دورہ شروع ہو جاتا ہے۔

پس آنسوؤں سے رونا اور اظہار غم افسردگی اور اس کا اتنا لمبا اثر جو سالوں تک رہے یہ تو ثابت شدہ باتیں ہیں۔ انبیاء اور ان کے متبعین کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک غم ان کو ان وجودوں کے متعلق ہوتا ہے جن کے ساتھ ان کا صرف جسمانی تعلق ہو اور ایک غم ان کو ان وجودوں کے متعلق ہوتا ہے جو ان کے ممد و مددگار ہوتے ہیں اور یہ غم بہت عرصہ تک جاری رہتا ہے اور ان کی یاد پر ہمیشہ ان کے آنسو بہتے اور ان پر رقت کی حالت طاری ہو جاتی ہے کیونکہ وہ احسان فراموش نہیں ہوتے۔

ہمارے سلسلہ میں ماسٹر عبدالحق فوت ہوئے ان کا ذکر کرتے وقت

اب بھی مجھے رقّت آ جاتی ہے حالانکہ ان کا ایک بیٹا بھی موجود ہے اور وہ ہنس ہنس کر ان کا ذکر کرلے گا لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا وہ کام کرتے تھے ایسا کام کرنے والا مجھے آج تک نہیں ملا۔ وہ زندگی وقف کر کے قادیان چلے آئے ہوئے تھے اور انگریزی میں ترجمہ کرنے کا کام اس تیزی سے کر سکتے تھے کہ میں اردو میں مضمون اتنی جلدی نہیں لکھ سکتا تھا۔ اب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ان کے قریب قریب کام کر لیتے ہیں مگر نہ تو انہوں نے ابھی زندگی وقف کی ہے اور وہ باہر رہتے ہیں اور نہ اس قدر تیزی سے کام کر سکتے ہیں۔

اسی طرح مجھے اب امتہ الحئی کی وفات پر جو افسوس اور صدمہ ہے اور میں اپنے فرائض میں سے سمجھتا ہوں کہ اسے قائم رکھوں اور یہ شقاوت ہو گی اگر میں یاد نہ رکھوں جیسا کہ نبی کریمﷺ کی شہادت سے میں نے بتایا ہے۔

میرے نزدیک کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کی عورتوں میں تعلیم نہ ہو اور خصوصاً یورپ کے سفر میں میں نے معلوم کیا ہے کہ جب تک عورتیں مردوں کا ہاتھ نہ بٹائیں تب تک وہ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اگر ہماری عورتوں میں دینی تعلیم نہ ہو تو ہماری قوم خواہ کس قدر بھی ترقی کرے، میں اس ترقی پر فخر نہیں کر سکتا۔ میں نے ان سے جب شادی کی اس وقت میری نیت بطور احسان کے تھی کہ ان کے ذریعے بآسانی عورتوں میں تعلیم دے سکوں گا اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ فوراً ان کو تعلیم دوں مگر وہ اس شوق میں مجھ سے بھی آگے بڑھی ہوئی نکلیں۔ ابتداً میں کبھی سبقوں میں ناغے بھی کر دیتا تھا مگر وہ کہہ کر اور زور دے کر اپنی تعلیم کو جاری رکھتی تھیں اور اس میں انہوں نے بہت ترقی کی۔

وہ قرآن شریف کا ترجمہ اچھی طرح پڑھا لیتی تھیں۔ بلوغ المرام پڑھاتی تھیں، اسی طرح اور دینی کتب لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں۔ اور وفات سے چار پانچ روز ہی پہلے مجھ سے مشورہ کر رہی تھیں کہ لڑکیوں کو مشکوٰۃ پڑھانی ہے۔ جس کی قیمت اب بہت بڑھ گئی ہے لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ خریدنے کی استطاعت نہیں اب کیا کیا جائے۔

تو تعلیم کی یہ خواہش جو ان میں تھی وہ دیگر عورتوں میں نظر نہیں آتی۔ عام طور پر عورتوں میں یہ خواہش اس حد تک ہے کہ تہذیب نسواں پڑھ لیں، دینی تعلیم کا احساس نہیں ہماری جماعت میں اور بھی عورتیں تو ہیں جو علم رکھتی ہیں اور بعض باتوں میں امتہ الحیٔ سے بھی زیادہ علم رکھنے والی ہیں لیکن دین کے معاملہ میں خاص طور پر تعلیم دینی ان میں نہیں پائی جاتی۔ میر محمد اسحاق صاحب کی بیوی بے شک تعلیم کی بہت شائق ہیں لیکن ان کے اندر وہ جنون نہیں جو امتہ الحیٔ کے اندر تھا۔ پھر ان کا وہ اثر بھی نہیں ہوسکتا جو خلیفہ کی بیوی کا ہوسکتا ہے اور وہ میرے خیالات کی ترجمانی بھی نہیں کرسکتیں۔ اس کے بعد حافظ روشن علی صاحب کی بیوی ہیں۔ میری بڑی بیوی بھی پڑھائی میں تو امتہ الحیٔ کے برابر ہیں لیکن بعض روکوں کی وجہ سے کچھ بچوں کی کثرت اور ان کی تربیت میں مشغول رہنے کی وجہ سے ان کو وسیع مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔

اور اب میری عمر بھی اس قابل نہیں کہ اور شادی کروں اور دس سال تک اس کو تعلیم دوں اور تربیت کروں اس لئے عورتوں کے متعلق مجھے نہایت تاریک پہلو نظر آتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کوئی سامان پیدا کر دے گا مگر اس کے لئے جس دعا کی ضرورت ہے وہ ایک درد اور تڑپ کو چاہتی ہے۔ پس میں نے اپنے غم و درد کا اظہار کسی کے سامنے نہیں کیا۔ ہاں خدا

تعالیٰ کے حضور اس قدر غم و درد کا اظہار کیا ہے جس سے میں یقین کرتا ہوں کہ میری دعائیں عرش کو اس طرح ہلائیں گی جس طرح درد مند شخص کی دعائیں ہلایا کرتی ہیں۔

مجھے جو افسوس اور غم ہوا ہے وہ اس واسطے ہوا کہ مجھے نظر آتا ہے کہ عورتوں میں جو میں نے تعلیم کے متعلق سکیم سوچی تھی وہ تمام درہم برہم ہوگئی۔ یورپ کے سفر میں خاص سکیم تعلیم کی تیار کی تھی اور میں نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ واپس جا کر اس سکیم کو جاری کروں گا لیکن انسانوں میں سب سے زیادہ جس ہستی سے مجھے امید تھی کہ وہ اس سکیم کو چلانے میں میری مددگار ہوگی وہ وفات پا گئی ہے تو اب اس کے بعد اس تمام سکیم کے بدل جانے کی وجہ سے مجھے بہت غم تھا۔ درحقیقت انسانوں میں سب سے زیادہ ہستی جس پر مجھے اس تعلیمی سکیم کے متعلق بڑی امیدیں تھیں وہ امتہ الحئی تھی اب میری وہ سکیم اس واقعہ کے بعد بدل گئی اور نئے فکر کی اس کے لئے ضرورت پڑی۔

کوئی کام بغیر آلات کے نہیں ہوسکتا۔ روشنی دیکھنے کا کس قدر بھی شوق ہو لیکن اگر انکھیں نہ ہوں تو یہ شوق پورا نہیں ہوسکتا۔ چلنے کا کتنا شوق ہو لیکن وہ شوق بغیر ٹانگوں کے پورا نہیں ہوسکتا۔ پس جب تک ہتھیار نہ ہوں، تب تک کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

اور میرے اپنے خیال اور ارادہ میں جس ہستی کے اوپر میرا ہاتھ تھا اور جس پر مجھے بڑی امیدیں تھیں وہ ہستی مجھ سے جدا ہوگئی اس وجہ سے مجھے غم ہے۔ ورنہ ایسے انسان کی موت پر بھلا کیا غم ہوسکتا ہے جس کے لئے اس قدر دعاؤں کا موقع ملا اور جس کے لئے آخری حد تک جو تیمار داری ممکن تھی اور میری برداشت کے اندر تھی وہ کی اور اپنی محبت کے اظہار کے لئے دل پر

پتھر رکھ کر وہ کام کیئے جو دوسروں کے لئے کرنے ناممکن ہیں۔ میں نے بھی اس کے لئے دعائیں کیں اور جماعت نے بھی دعائیں کیں۔ پھر ایک بہت بڑی جماعت نے جنازہ پڑھا اور باہر کی جماعتیں بھی جنازہ پڑھیں گی۔ پھر مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئیں بھلا اتنی خوش نصیبی کس کو نصیب ہے۔

میری ہمشیرہ مبارکہ بیگم نے کہا کہ امتہ الحئی تو بڑی ہی خوش نصیب نکلیں، جس کے لئے اتنی دعائیں ہوئیں اور اتنے بڑے مجمع نے نماز جنازہ ادا کی۔ پس اس کی موت پر کیسا غم اور کیسا رونا۔

ہاں ایک رونا اپنی طبیعت کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے۔ جو طبیعت مدت تک ایک انسان کے ساتھ رہنے کی عادی ہو چکی ہوتی ہے تو اس عادت کے خلاف ہونے پر ضرور رونا آتا ہے جو ایک طبعی امر ہے، لیکن وہ حزن کس طرح ہوسکتا ہے۔

حزن تو گذشتہ چیز پر ہوتا ہے اور میں اگلی چیز کا خیال کرتا ہوں جو آئندہ آنے والی ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ مستورات کی تعلیم اور پھر دینی تعلیم میرے ذمہ ہے اور کامیابی کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ اور یہ کون انسان برداشت کرسکتا ہے کہ وہ پوری محنت کرے اور پھر وہ ناکام رہے۔

میرے غم کی مشابہت حضرت یعقوبؑ کے غم سے ہوسکتی ہے۔ میرا واقعہ بھی حضرت یعقوبؑ کی طرح ہے۔ مجھے بھی لوگوں نے کہا کہ یہ تو اس غم میں مر جائے گا جس طرح کہ حضرت یعقوبؑ کو ان کے بیٹوں نے کہا کہ یہ بوڑھا اب اس غم میں ہلاک ہو جائے گا حالانکہ حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی موت کا فکر اور اندیشہ نہیں تھا کیونکہ ان کو خدا تعالیٰ نے بتایا ہوا تھا کہ یوسفؑ ان کو مل جائے گا لیکن ان کے نادان بیٹے نہیں جانتے تھے اور

حضرت یعقوبؑ نے بھی ان کو کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں بتایا تھا۔ مگر حضرت یعقوبؑ غم کرتے تھے اور یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ کہتے تھے۔ تو وہ یوسفؑ پر افسوس نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو ان بیٹوں کے لئے غم کرتے اور روتے تھے تا کہ یوسفؑ ان کا بھائی جلد مل جاوے اور ان کو معاف کرے اور وہ خدا کی نظر میں منظور ہوں۔ مگر وہ نادان یہی کہتے تھے کہ یہ بڈھا تو بس غم میں مر ہی جائے گا۔ حضرت یعقوبؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ وَھُوَ کَظِیْمٌ کا لفظ فرماتا ہے اور کَظِیْمٌ اس شخص کو کہتے ہیں جس پر غم کی وجہ سے اس قدر رقت غالب ہو کہ اس کی وجہ سے وہ کلام نہ کر سکے۔ تم میں سے بھی بعض لوگوں نے مجھے یہی کہا اور سمجھ لیا کہ بس اب تو یہ اپنی بیوی کے غم میں ہلاک ہو جائے گا۔ ان نادانوں کو یہ علم نہیں کہ میرے پانچ بچے فوت ہو چکے ہیں ان میں سے ایک پر میں نے صرف ایک آنسو بہایا تھا اس لئے کہ میں شقی القلب نہ ٹھہروں اور اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے بچے کی وفات پر روئے تھے لیکن اس وقت جو مجھ کو افسوس ہوا ہے وہ اس لئے ہے کہ جو سکیم میں نے تیار کی تھی وہ اس طرح درہم برہم ہوگئی۔

یہ حزن نہیں تھا بلکہ آئندہ کے لئے غم تھا۔ اس ایک بچہ کی وفات پر جو میں نے ایک آنسو بہایا تھا اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب میں بمبئی صحت کے لئے گیا تو وہاں میری لڑکی بیمار ہوگئی اس کی بیماری کی حالت میں میں ایک دن کے لئے کہیں باہر گیا۔ میری عدم موجودگی میں مجھے وہ اس قدر یاد کرتی کہ ابا ابا کہہ کر مجھے پکارتی۔ اس کی نزع کی حالت تھی اس وقت میں گھر واپس آیا تو دیکھا کہ وہ تڑپتی اور کہتی تھی۔ کیا میرے ابا آ گئے اور گھر والوں نے بتایا کہ وہ آپ کے پیچھے آپ کو بہت یاد کرتی اور پکارتی رہی

ہے۔ ان حالات کا طبعی اثر میرے قلب پر ہوا اور میں نے آنحضرتﷺ کی سنت پر ایک آنسو بہا دیا۔

بچوں کی وفات پر گو میں طبعی اثر سے خالی نہ تھا۔ خدا نے مجھے شقی القلب نہیں بنایا ہے لیکن ایسا اثر نہیں ہوا کیونکہ مجھے کوئی یقینی علم نہیں تھا کہ یہ دین کے لحاظ سے کیسے ہوں گے لیکن یہاں تو ایک وجود کو دس سال تک تربیت کر کے تیار کیا اور اس پر بڑی امیدیں تھیں ایسا وجود ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا جس سے مستورات کی تعلیم و تربیت میں بہت بڑی مدد کی توقع تھی۔ لوگوں کی تو ایسے موقع پر عجیب حالت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص کے ہاں مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اس شخص کی بیوی کو صرف خیال تھا کہ وہ زندہ پیدا ہوا ہے حالانکہ دایہ کہتی تھی کہ پیدا ہی مردہ ہوا ہے لیکن وہ دونوں میاں بیوی اس بچے کی قبر پر چھ ماہ تک جاتے رہے مگر میں نے اپنے پانچ بچوں پر باوجود طبعی اثرات کے بھی محسوس نہیں کیا۔

اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات میں رویا ہوں اور شدید رویا ہوں مثلاً حضرت مولوی عبدالکریم کی وفات پر اور حضرت خلیفہ اول کی وفات پر۔ صرف اس لئے کہ وہ سلسلہ کے لئے بطور ستون تھے اور ان پر رونا مُردوں پر رونا نہیں تھا بلکہ درحقیقت وہ زندوں پر رونا تھا جو ان فوائد سے محروم ہو گئے تھے جو ان وجودوں سے پہنچ رہے تھے۔ اسی طرح میں امتہ الحئی پر بھی ضرور رویا لیکن پچھلوں کے لئے جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ ان کے سر پر سے ایک مفید وجود اٹھ گیا۔

اس کی وفات کے متعلق تو مجھے پہلے سے ہی اطلاع ہو گئی تھی تین سال ہوئے میں نے خواب دیکھا کہ وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس

آئی ہے اور **السلام علیکم** کہہ کر کہنے لگی ’’میں جاتی ہوں‘‘ اور اس کے بعد جلدی جلدی گھر سے نکل گئی۔ میں نے میر محمد اسماعیل صاحب کو اس کے پیچھے روانہ کیا تو انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ وہ بہشتی مقبرہ کی طرف چلی گئی ہیں۔ اسی طرح سفر میں واپسی کے وقت جہاز میں رؤیا دیکھی کہ سمندر کی طرف سے ایک عورت کی نہایت درد ناک چیخوں کی آواز آ رہی ہے۔ میں نے اس کو جہاز میں حضرت حافظ روشن علی صاحب اور دوسرے دوستوں کے سامنے بیان کیا اور یہ واقعہ قریباً بیداری کا تھا۔ اسی طرح وفات سے دو دن پہلے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب خلیفۃ المسیح الاول تشریف لائے ہیں اور میرے پاس چار پائی پر بیٹھ گئے ہیں۔ ان کا رنگ بالکل زرد ہے۔ آپ نے میرے پاؤں کی جراب کو پکڑا اور فرمایا یہ جراب تو بالکل بوسیدہ ہوگئی ہے پھر اس میں سے دھاگہ نکالا اور اسے ذرا کھینچا تو وہ بالکل ٹوٹ گیا اور کچھ روئی سی نکل آئی اور فرمانے لگے یہ تو بالکل ہی بوسیدہ ہے دیکھو اس کے تو دھاگے بھی اب بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا اس کا یہاں علاج نہیں۔ ولایت میں تو اس کا علاج ہوسکتا ہے۔ اس سے بھی میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ وفات کے دن اب بالکل قریب معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب پر بھی اس واقعہ کا اثر ہوا ہوگا جو ان کے زرد رنگ سے معلوم ہوتا ہے۔ جراب سے مراد میری بیوی ہی تھی جو اس حد تک کمزور ہوگئی تھی کہ اب وہ بچ نہیں سکتی تھی۔ ہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولایت میں ایسی امراض کا علاج ہوسکتا ہوگا۔ یا شاید اس کا کوئی اور مفہوم ہو۔

پھر مبارکہ بیگم نے بتلایا کہ ایک دفعہ میرے آنے سے پہلے اوپر کھڑے ہو کر امتہ الحیٔ نے ایک مصرعہ کہا۔ جس کا مفہوم غالبًا یہ تھا۔

اے بلبل بوستاں تُو خاموش کیوں ہے

اور مجھ سے کہا میں جب فوت ہو جاؤں گی تو آپ اس پر مصرعے لگانا۔ مبارکہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ نہیں میں آپ سے پہلے فوت ہوں گی۔ میری وفات پر آپ نے اس پر مصرعے جوڑنے ہوں گے۔ تو امتہ الحئی نے کہا نہیں۔ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی اگر آپ نے پھر ایسا کہا۔ میں پہلے وفات پاؤں گی میری وفات پر اس مصرعہ پر ضرور مصرعے لگانے ہوں گے۔

پھر دیکھو میں آخری حالتوں میں بھی بے صبرا اور مایوس نہیں ہوا۔ امتہ الحئی جب اپنی مرض الموت میں کرب کی وجہ سے کہتی کہ دعا کرو کہ مجھ کو آسانی کے ساتھ موت آ جاوے تو میں سختی سے کہتا یہ ایمان کے خلاف ہے کہ اس حالت کو نزع کی حالت قرار دے کر خدا تعالیٰ سے مایوس ہو کر یہ دعا کروں کہ تجھ پر موت آئے اور یہ گھڑیاں اس صورت میں آسان ہوں بلکہ میں نزع کے وقت بھی یہ دعا کرتا تھا کہ خدا ان کے کرب کو دور کرے۔ بھلا اتنا تو سوچو کہ میں اگر بے صبرا ہوتا تو اتنی باتوں کے ہوتے ہوئے اور اس علم کے باوجود جو مجھے دیا گیا تھا کیوں سفر اختیار کیا۔

مجھ کو یہ علم بھی تھا کہ میری ایک بیوی میرے پیچھے فوت ہو جائے گی مگر میں نے سفر ملتوی نہیں کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے میرے آنے تک اس واقعہ کو مہلت دے دی ورنہ میں تو یہاں سے ہی اعلان کر کے گیا تھا کہ میرے اس سفر میں بہت سے ابتلاء مقدر ہیں جن سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہوئی ہے لیکن میں وہ ظاہر نہیں کرتا۔ مجھے یہاں سے چلتے وقت بھی علم تھا کہ میری دو بیویوں میں سے ایک مر جائے گی۔ باوجود اس علم کے پھر بھی میں نے اسلام کی خاطر یہ لمبا سفر اختیار کیا۔ اگر بے صبرا ہوتا تو

آپ بیٹھ جاتا اور کہتا کہ جاؤ مضمون پڑھ دو۔ اگر علم ہوتے ہوئے اور احساس رکھتے ہوئے کہ دو میں سے ایک کی موت مقدر ہے اور میں جانتا تھا کہ منذر رؤیا اگر بیان کر دی جاوے تو واقعہ ہو جاتی ہے میں نے اسلام کے لیے اس سفر کو ملتوی نہیں کیا۔ تو کیا اب وفات پر مجھے اس رنگ کا صدمہ ہو سکتا تھا جو ایک دنیا دار کو ہوتا ہے۔ کتنے لوگ ہیں کہ اگر وہ شقی القلب نہ ہوں اور میرے جیسے ان کے احساسات ہوں اور ان کو وہ علم ہو جو مجھے علم تھا پھر ان کو اسلام کے لئے کہا جاوے کہ فلاں جگہ سفر کو جاؤ تو وہ سفر اختیار کریں گے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ تم میں سے ایک بھی نہیں جو ایسی حالت میں ایسا سفر اختیار کرے۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا بلکہ ایک مرتبہ خلیفۃ المسیح الاول نے مجھے ایک جگہ جانے کا حکم دیا اس وقت ناصر احمد کو نمونیہ تھا اور ڈاکٹر کہتے تھے کہ وہ چند گھنٹوں کا مہمان ہے لیکن میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے اس کی بیماری کا ذکر تک بھی نہ کیا تا کہ کسی عذر کا موجب نہ سمجھا جاوے اور میں خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے سلسلہ کی ضرورت کے لیے حکم پا کر سفر پر چلا گیا۔‘‘

تمہاری اور میری مثال تو اس شخص کی سی ہے جو کہ کسی کے گھر میں اپنا مال رکھے۔ جب لینے جاوے تو وہ گھر والا شور مچاوے۔ چور ہے ۔ چور ہے۔ اسی طرح میں نے اس وقت جو درد محسوس کیا اور جس افسوس کا اظہار کیا وہ میرا افسوس اور درد مُردوں کے لئے نہیں بلکہ زندوں پر ہے۔ مجھے تمہاری ترقی کی فکر ہے اور اس کے لئے جو ایک ذریعہ ہوسکتا تھا وہ جاتا رہا اس پر بھی تمہاری یہ حالت ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ اور تم یہ سمجھتے ہو کہ میں مرنے والی پر رویا ہوں اور تم مجھے صبر کی تعلیم دیتے ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ تمہیں صبر کے معنے ہی معلوم نہیں تم یہ بھی نہیں جانتے کہ صبر کیا چیز ہے۔ ایک

چیز موجود ہو پھر انسان اپنے جذبات کو قابو میں رکھے تب صبر کہلائے گا۔ دل میں جرأت ہو، ہاتھ میں طاقت ہو، پھر تھپڑ کھا کر چپ رہے تو وہ صبر اور عفو کہلاوے گا نہ یہ کہ مقابلہ کی طاقت ہی نہیں اور کہہ دے کہ میں نے بڑا صبر دکھایا ہے۔

اب سنو کل کا خطبہ اس کے پہلے حصے میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی مجھے وفات کا خیال نہیں آیا۔ صرف ایک مثال پر آیا وہ بھی ایک سیکنڈ کے لئے آیا تھا اور اس وقت مجھے بے شک رونا آیا لیکن وہ رونا ان مُردوں کے لئے نہیں تھا جو قبروں میں پڑے ہیں بلکہ وہ ان مُردوں کے لئے تھا جو میرے سامنے بیٹھے تھے۔ میرے آنسو یورپ کے مُردوں پر تھے جن کے لئے میں سمجھتا تھا کہ مرحومہ میری سکیم میں مددگار ہوگی۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ جب کبھی قبرستان میں گزرتے تو منہ پر کپڑا ڈال دیتے۔ اور جب بازاروں میں سے گزرتے تو ایسا نہ کرتے۔ ایک شخص نے ان کی یہ حالت دیکھ کر کہا کہ یہ کیا اُلٹی بات آپ کرتے ہیں۔ تو اس بزرگ نے کہا کہ تجھے وہاں زندے نظر آتے ہیں۔ یہاں قبرستان میں مُردے نظر آتے ہیں مجھے وہاں مُردے نظر آتے ہیں اور یہاں زندہ نظر آتے ہیں۔ پس میں جو روتا تھا تو وہ ان زندوں کے لئے نہیں روتا تھا جو قبروں میں ہیں بلکہ تم مُردوں کے لئے روتا جو دنیا میں میرے سامنے ہو۔ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ مُردہ کون ہے اور زندہ کون ہے۔ تم مُردہ اس کو سمجھتے ہو جو دنیا میں کھاتا پیتا چلتا پھرتا نہ ہو اور زندہ اس کو سمجھتے ہو جو چلتا پھرتا ہو اور خوب کھاتا پیتا ہو حالانکہ مُردہ وہ ہے جو کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہے لیکن اس کے دل میں خدا کی یاد نہیں۔ ایک انسان جس کی روحانیت اور اخلاق بگڑے ہوئے ہیں جس کے اندر ایمان نہیں وہ

مُردہ ہے اور جس کے اندر یہ باتیں ہوں وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ تمہارا چلنا پھرنا اور کھانا پینا یہ کوئی زندگی نہیں۔ زندگی تو احساس کو کہتے ہیں کیا انجن کو کوئی زندہ کہہ سکتا ہے، مشینوں کو زندہ کہتا ہے، حالانکہ وہ بھی تو چلتے ہیں۔ انہیں اس لئے زندہ نہیں کہتے کہ ان میں احساس نہیں۔ زندگی احساس کا نام ہے اگر تمہارے اندر احساس ہے تو تم اگر کروڑوں من مٹی کے ڈھیروں کے نیچے بھی ہو گے تو بھی زندہ ہی رہو گے۔

رسول اللہ ﷺ کے اندر بھی احساس ہی کام کرتا تھا اور اس احساس کی وجہ سے آپ ہمیشہ زندہ ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سینہ سے اس طرح رونے کی آواز آتی تھی جس طرح ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز آتی ہے۔ اس زمانہ میں تو جذبات کا اظہار کر لیا کرتے تھے لیکن آج اس قسم کا زمانہ ہے کہ ہمیں اپنے جذبات کو دبانا پڑتا ہے۔ نماز میں رقّت آتی ہے تو اسے دبا جاتے ہیں۔

پس میرے دل پر صدمہ ہے کہ تم میں ابھی تربیت کے آثار نظر نہیں آتے جب تک مجھے یہ تسلی نہ مل جائے کہ بوجھ اٹھانے والے اور سنبھالنے والے لوگ موجود ہیں۔

بعض لوگوں کو میرے متعلق خوابیں آئی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ میری بیوی کے متعلق ہوں کیونکہ بیوی بھی مرد کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ پس میرے غم اور میرے رونے کی وجہ تمہاری حالت ہے۔ تمہاری حالت کو دیکھ کر مجھ پر جنون کی حالت طاری ہوتی ہے کہ تمہارے اندر ابھی وہ قوت و طاقت نہیں کہ جس کے ساتھ تم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکو۔ تم میں وہ وجود نظر نہیں آتے کہ دوسروں کے لئے اپنے دل میں درد پیدا کر سکیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ تمہارے اندر رقّت پیدا کرے، قربانی کا جوش پیدا کرے، باہم محبت پیدا کرے۔ پس اپنے اندر اخلاص، محبت، دین کے لئے قربانی اور خدا سے محبت اور اس کی خشیت پیدا کرو۔

دوسری وجہ میرے غم کی یہ ہے کہ میں اب آئندہ کے متعلق بھی خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ بجلی چمکنے پر بہت گھبرائے پھرتے تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ بجلی چمکنے پر آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ بچے ہی بجلی سے ڈرا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر آتا ہے کہ کہیں یہ عذاب کا نشان نہ ہو اور قوم پر عذاب نہ آ جائے۔

اب ان تین ماہ کے اندر ہمارے خاندان سے چار آدمی فوت ہو گئے ہیں۔ یہ موتیں کبھی رحمت کا موجب ہوتی ہیں اور کبھی عذاب کا موجب ہوتی ہیں۔ مجھے کیا علم ہے یہ کس بات کا باعث ہے۔

پس میری تو یہ حالت ہے کہ میں ہوا کا رخ دیکھتا ہوں اور تم آندھیوں میں اڑتے پھرتے ہو اور تمہیں احساس تک نہیں۔ تمہاری مثال اس شخص کی ہے جو کہ ہاتھی کہ پاؤں کے نیچے آ جائے، یا کسی مکان کے نیچے آ جاوے، بدن چُور چُور ہو، مرنے کے قریب ہو، مگر اس پر بھی یہ کہے کہ کون گر گیا ہے یا کون دب گیا ہے۔

پس تمہیں تو گِر کر بھی حِس نہیں ہوتی اور میرے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور میں خدا سے ڈرنے پر فخر کرتا ہوں۔ میں کسی انسان سے نہیں ڈرتا۔ میں خدا کے افعال کو اس کے اشاروں سے تاڑتا ہوں اور تم اس کے افعال سے بھی کچھ نہیں سمجھتے۔ دیکھو جب حضرت صاحب کو اپنی وفات کے متعلق خدا کی طرف سے علم دیا گیا تو آپ کرب کی وجہ سے گھنٹوں ٹہلا کرتے

اور اسی وقت بچوں تک کو استخارہ اور دعاؤں کے لئے کہتے۔ مجھے بارہا بلا کر کہتے کہ محمود! متواتر الہام وفات کے ہو رہے ہیں۔ یہی حال رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا تھا جب سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں لوگوں نے کہا کہ بڈھے کو کیا ہو گیا یہ تو انعام ہوا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم نہیں جانتے یہ تو آنحضرت ﷺ کے جدا ہونے کی خبر ہے۔ انعام نہیں۔ پس جب تک تم چھوٹے چھوٹے اشاروں سے نہ سمجھو انعام الٰہی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا حال تھا۔ پس کیا حضرت صاحب تمہاری شکلوں کو دیکھنے کے لئے دنیا میں اور زندہ رہنا چاہتے تھے اور گھبراتے تھے کہ یہ صورتیں میری نظروں سے غائب ہو جائیں گی۔ کیا تم انہیں خدا سے زیادہ محبوب تھے۔ تم بھی کبھی خدا کے قرب اور تقویٰ میں ترقی نہیں کر سکتے۔ جب تک تم چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنے اندر خشیت پیدا نہ کرو اور پھر اس کے ساتھ ہمت نہ ہو۔ میں اپنے گھر میں عزیزوں کو بھی کئی دنوں سے یہی کہہ رہا ہوں کہ وہ سب ان دنوں میں استخارے اور دعائیں کریں تا کہ خدا تعالیٰ ان پر ظاہر فرما دے کہ یہ واقعات کیا نتیجہ پیدا کرنے والے ہیں اور ساتھ ہی وہ ہمت کو نہ چھوڑ بیٹھیں اور مایوس نہ ہوں خوف اور رجا کے اندر اپنے ایمان رکھیں۔ پس یہ وجہ تھی اس درد وغم کی۔ اور میرے اندر تو ان دنوں تمہارے لئے دعاؤں کے واسطے ایک جوش تھا اور میرا دل پگھلا ہوا تھا۔ اس درد اور غم میں میں تمہارے لئے دعاؤں میں لگا ہوا تھا۔ لیکن تمہاری حالت نے میرے دل میں قبض پیدا کر دی ہے۔

میرے اندر اس درجہ گداز کی حالت تھی کہ ممکن تھا اور میں چاہتا تھا

کہ کچھ دن اسی گداز میں گذر جاتے تا کہ میں تمہارے لئے ایسی دعائیں کرتا جو عرش پر پہنچتیں اور اسے ہلا دیتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلتہ القدر کا علم دیا گیا تھا اور آپ چاہتے تھے کہ اس سے لوگوں کو واقف کریں گے مگر دو آدمیوں کی لڑائی نے اس علم کو اٹھا لیا۔ لیکن بعض نادانوں کی حالت نے میرے دل میں قبض پیدا کر کے جماعت کو بھی ان دعاؤں سے محروم کر دیا ہے۔ مجھے آتی دفعہ ماسٹر عبدالرحمٰن نے ایک رقعہ دیا ہے اور میں اس کو پڑھ کر خوش ہو گیا کہ انہوں نے میرے خطبہ کے مفہوم کو سمجھ لیا ہے۔

(الفضل، ۳ جنوری ۱۹۲۵ء)

حضرت امتہ الحئی صاحبہ کی وفات پر ویمبلے کانفرنس کی سیکریٹری مس Sharples نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تعزیت نامہ لکھا جس کے جواب میں حضور نے وسط ۱۹۲۵ء میں ایک اہم مکتوب لکھا۔ جس کا وہ حصہ جو حضور کی مقدس زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

''مکرمہ! مجھے افسوس ہے کہ بوجہ ماہ رمضان کے آ جانے کے میں آپ کے خط کا جواب نہ دے سکا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا، میرے ساتھیوں کا دل اس محبت اور ہمدردی کے شکریے سے لبریز ہے۔ جس سے آپ ہماری پارٹی سے پیش آئیں اور ہم اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ میں اس محبت اور ہمدردی کا بھی شکر گزار ہوں۔ جس کا اظہار آپ نے میری پیاری بیوی کی وفات کے متعلق کیا ہے۔ میری مرحومہ بیوی ایسا علمی مذاق رکھتی تھی اور میری تسلی کا ایسا موجب تھی اور اس وجہ سے میں آپ کی ہمدردی کا اور بھی زیادہ ممنون ہوں۔ گو مجھے اللہ تعالیٰ نے میرے ولایت کے سفر سے

پہلے اس واقعہ کی اطلاع دے دی تھی اور میں نے شائع بھی کر دیا تھا کہ میرے اہل کے متعلق ایک سخت حادثہ پیش آنے والا ہے۔ مگر میرے قومی فرائض مجھے مجبور کرتے تھے کہ میں اپنے ذاتی احساسات کو سلسلہ کے مفاد پر قربان کر دوں۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس حادثہ کے متعلق ایک حد تک پہلے سے علم تھا پھر بھی یہ واقعہ میرے سفر سے واپسی کے اس قدر قریب ہوا کہ قدرتاً اس کی تکلیف زیادہ محسوس ہوئی۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ کی قضا پر خوش ہوں اور کوئی تکلیف مجھے اس کے دین کی خدمت سے غافل نہیں کر سکتی۔ (انشاء اللہ) ایک دن بھی ایسا نہیں گزرتا کہ میں مرحومہ کو یاد نہ کرتا ہوں اور اس کے لیے دعا نہ کرتا ہوں۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیکھتا ہوں کہ میرا دل خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لیے پہلے سے بھی زیادہ تیار ہے میں مرحومہ کو بھولنا پسند نہیں کرتا گو یاد رفتگان ہمیشہ غمگین رکھنے والی ہوتی ہے کیونکہ میرے نزدیک ایک وفادار بیوی سے ادنیٰ وفاداری ہم یہ کر سکتے ہیں کہ باوجود تکلیف کے ہم اس کی یاد کو تازہ رکھیں تا کہ اس کے لیے دعا کرتے رہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد۴ صفحہ ۴۶۸۔۴۶۹)

حضور کا یہ جواب یقیناً اس یورپین مستشرق عورت کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا باعث بنا ہو گا۔ جو سوچتی ہے کہ دینِ حق میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں اس کو حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ کئی کئی عورتوں سے شادیاں کی جاتی ہیں۔ خط کے جواب سے وہ ضرور سوچتی ہو گی کہ دینِ حق کا یہ زبردست نمائندہ جو تحریر و تقریر اور علم میں نہایت اونچا مقام رکھتا ہے اور حد درجہ مصروف ہے وہ اپنی بیوی کو اس طرح یاد کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دینِ حق میں (عورت کے روپ میں) بیوی کا بہت اونچا مقام ہے۔

حضرت سیدہ کے روز وشب کا حال

حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کی مساعی کا حال استانی سکینۃ النساء صاحبہ رسالہ تادیب النساء میں اس طرح لکھتی ہیں ”عزیزہ امتہ الحیٔ صاحبہ کو گو خانہ داری وتربیت اولاد کا اور خاص کر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت کا بہت کام ہوتا ہے اور باوجود ان نازک فرائض کے آپ نے تعلیم دینے کا فرض لازم کیا ہوا ہے۔ اور قریباً دس پندرہ شاگردوں کو صبح 6 بجے سے 10:30 بجے تک ترجمہ قرآن کریم، حدیث شریف کتب حضرت مسیح موعود کا سبق پڑھاتی اور خوب ذہن نشین کرواتی ہیں۔ سیکریٹری لجنہ کے فرائض کو بھی خوب نبھاتی ہیں۔“

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۱۹)

آپ ایک طرح حضرت خلیفۃ المسیح کی پرائیویٹ سیکریٹری تھیں جن امور میں لجنہ حضور کی رہنمائی اور مشوروں کی ضرورت محسوس کرتی بلا تکلف حضور کی سرپرستی اور رہنمائی حاصل ہو جاتی اور حضور آپ ہی کے ذریعے لجنات کی تربیت کے کام لیتے۔

آپ کی مصروفیت کا ایک دلچسپ واقعہ

آپ کا دینی کاموں میں اس قدر انہاک رہتا تھا اور آپ کا ذہن تعلیم وتربیت کی طرف اس طرح مائل تھا کہ آپ باقی کاموں کو ثانوی حیثیت دیتی تھیں اور حضرت مصلح موعود انہیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ لجنہ کا کام کر رہی تھیں فرش پر چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ اِدھر اُدھر لجنہ

کے رجسٹر بکھرے پڑے تھے۔ اور آپ کوئی سرکلر لکھنے میں محو تھیں گھر کی خادمہ نے آ کر دریافت کیا کہ ہنڈیا چولھے پر چڑھا دوں فرمانے لگیں مائی پہلے نماز پڑھ لو پھر ہنڈیا چڑھا دو۔ نماز سے فراغت کے بعد وہ آئی تو کہنے لگی بی بی سارا گوشت تو بلی کھا گئی اب کیا کروں آپ نے بغیر ماتھے پر بل ڈالے یا خادمہ کو جھڑکے فرمایا کوئی بات نہیں مونگ کی دال پکا لو اتنے میں حضرت مصلح موعود بھی تشریف لے آئے آپ نے انکی طرف دیکھا کہ مونگ کی دال پر خاوند کے تاثرات کیا ہیں؟ قدر دان شوہر یوں گویا ہوئے دال پکا لو۔ امتہ الحئی کے گھر کی دال مجھے قورمہ پلاؤ سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ بھی خوب سمجھتے تھے کہ انہیں تو خدمت دین سے فرصت نہیں۔''

(ہراول دستہ صفحہ ۵۹، ناشر لجنہ اماء اللہ لاہور)

آپ نہایت سادہ طبیعت تھیں

رسالہ تادیب النساء قادیان میں ایک لمبا مضمون حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی وفات پر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا شائع ہوا۔ وہ آپ کے بچپن کے بارہ میں لکھتے ہیں

''مرحومہ میرے سامنے پیدا ہوئی اور خدا کی قدرت ہے کہ اپنے سامنے اسے سپرد خاک کیا بچپن سے اسے زیب و زینت سے جو نسوانی خاصہ ہے دلچسپی نہ تھی بلکہ اس کی خوشی ہمیشہ علمی باتوں سے تھی۔ عرصہ دراز تک اسے رنگدار لباس پہننے سے بھی نفرت تھی یہی سفید لباس پہنتی اور طِب کا بہت شوق تھا ڈاکٹر کہلانا پسند کرتی تھی۔'' (تادیب النساء جلد ۲ صفحہ ۴ تا ۱۰)

بعد میں بھی آپ کو سادگی مرغوب رہی محترمہ سکینۃ النساء صاحبہ تحریر فرماتی ہیں انہیں اپنے بناؤ سنگھار کی کبھی فکر نہ ہوئی بلکہ اپنی زندگی اسی فقیرانہ

صوفیانہ اور سادگی کے ساتھ گزاری۔

(تادیب النساء نمبر ۴ تا ۹ جلد ۳)

حبیب النساء بیگم صاحبہ (والدہ شیخ خورشید احمد صاحب سابق نائب ایڈیٹر الفضل ربوہ) کو جنوری تا جولائی ۱۹۲۴ء قادیان میں رہنے کا موقع ملا۔ اس دوران انہوں نے اپنے تاثرات کا ذکر حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کے بارے میں کیا۔

''میں سچ کہتی ہوں اور خدائے واحد پر یقین رکھتے ہوئے کہتی ہوں کہ مرحومہ باوجود ہماری ان آنکھوں سے دنیا میں نظر آنے کے دنیا میں نہ تھیں۔ ان کی ہر خواہش ہر کام اور ہر برکت خدا کے لیے تھی۔ وہ خدا کے لیے اپنی زندگی اس دنیا میں بسر کرتی تھیں اس پاک وجود کو سوائے خدا کی رضا کے حصول کے اور کوئی خواہش نہ تھی۔

وہ اپنے نفس کی کبھی ایک ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کرتی تھیں۔ کبھی ان کو اپنے نفس کے آرام یا زیب و زینت کا خیال تو درکنار یہ خیال بھی نہ آیا کہ نفس کو بھی کسی خواہش کے کرنے کا حق ہے۔ اگر کبھی ان کو اپنی خوراک یا لباس وغیرہ کا کوئی خیال ہوتا تو صرف خدا کی رضا کے لیے ہی کیونکہ صحت کا لباس و خوراک کے ساتھ خاص تعلق ہے اور صحت ہی سے خدا کی رضا کے لئے انسان کوشش کرسکتا ہے۔''

مہمانوں، نوکروں اور غریبوں کا خیال

مہمانوں کا خاص خیال رکھتیں جب ان کو پتہ لگتا کہ کوئی مہمان آیا ہے اور آپ کھانا کھا رہی ہوتیں تو فوراً ہی اپنے آگے کا کھانا اٹھوا کر کہتیں کہ مائی پہلے مہمانوں کو کھانا کھلا لو بعد میں ہمیں دینا۔

مائی جو ان کی خدمت کے لیے اپنا وطن سنور چھوڑ کر آئی تھی۔ اس کی بھی ماؤں کی طرح عزت کرتیں۔ یہ مائی قدیراً کی ساس تھیں۔ جس نے میاں خلیل احمد صاحب کو دودھ پلایا۔ اور اب وہ اماں قدیراً کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی طبیعت میں رحم اور حلم اتنا تھا کہ کسی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی تھیں بعض اوقات جب مائی آپ سے ناراض ہو جاتی یا بڑبڑاتی تو آپ کبھی بھی اسے کچھ نہیں کہتی تھیں۔ سب باتیں سن کر آپ کہتیں اچھا مائی جاؤ اپنا کام کرو اور مجھے بھی کرنے دو میں بہت ضروری کام کر رہی ہوں بعض اوقات کوئی عورت آ کر کہتی کہ بی بی فلاں کپڑا یا چیز امرتسر میں سستی ملتی ہے یا بٹالہ میں پھل سستے ملتے ہیں۔ آپ وہاں سے منگوا لیا کریں تو آپ ان کو سمجھاتیں کہ ہم تو منگا لیں گے اور سستی بھی مل جائیں گی مگر یہ غریب مہاجر دوکاندار جو اپنے وطن اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ ان کی چیزیں کون خریدے گا۔ ہمیں تو ان کی مدد کرنی چاہیے۔ ویسے نہیں مدد کر سکتے تو ہم سودا خرید کر ہی مدد کریں۔ پھر فرماتیں کہ ابا جان بھی اسی بات کی نصیحت کرتے تھے کہ جو چیز قادیان سے ملتی ہے وہ باہر سے نہ منگوائی جائے بلکہ قادیان سے ہی خریدی جائے اور جو باہر سے ملتی ہے وہ باہر سے منگوا لی جائے۔ آپ لوگوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ باہر سے اکثر عورتیں آپ کے لیے تحفے تحائف بھیجتی رہتی تھیں آپ خود استعمال کرنے کی بجائے غریب عورتوں میں تقسیم کر دیتیں۔ اگر کوئی چیز حضور پُرنور کے لئے آتی تو آپ اُسی طرح سنبھال کر رکھ دیتیں۔ جب تک حضور کے سامنے پیش نہ کر دیتیں کسی بچے تک کو بھی نہ دیتیں۔ آپ کے دل میں حضور کی عزت اور ادب اس قدر تھی کہ ذرا سے اشارے کو بھی نظر انداز نہ کرتی تھیں۔ صابر اور شاکر

سخت سے سخت تکلیف میں بھی کبھی کوئی شکوہ آپ کی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی شکر گزار رہتی تھیں۔ لیکن کبھی بھی ہائے وائے کرتے نہ سنا۔ جب بھی سنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہی سُنا۔"

آپ کے اخلاق حسنہ کے باعث آپ کے نیک برتاؤ سے ہر ایک کا ہی خیال تھا۔ اور ہر ایک یہی محسوس کرتا تھا کہ سب سے زیادہ تعلق و محبت آپا جان کا مجھ سے ہی ہے۔

میں دیکھتی تھی کہ انہوں نے مجھے مخاطب کر کے کبھی کوئی نصائح نہ فرمائی تھیں بلکہ اپنے افعال اور پاک خیالات و اخلاق حسنہ سے ہر ایک پر اور مجھ پر بھی اپنا پاک اثر ڈالتی تھیں۔ آپ کے اخلاق حسنہ خدا کے فضل سے ایسے اعلیٰ اور عمدہ تھے کہ جن کی نظیر مشکل ہے۔"

(مصباح نومبر ۰۷، صفحہ ۴۰ تا ۴۳)

ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کی بیگم کو کثرت سے قادیان آ کر رہنے کا موقع ملتا چنانچہ وہ تحریر کرتی ہیں "جس وقت یہ عاجزہ پہلی بار پٹیالہ سے قادیان آئی اس وقت پندرہ سال کی تھی۔ شادی کو صرف چھ ماہ ہوئے تھے۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس وقت سیدہ امتہ الحئی کی عمر آٹھ نو سال کی ہو گی اور آپ اپنے بھائیوں میاں عبدالحئی اور میاں عبدالسلام کے ساتھ نیزہ بازی کا کھیل کھیلا کرتی تھیں اور سر پر ایک سفید رومال باندھے رکھتی تھیں۔ کیونکہ حضرت خلیفہ اول ان کو ننگے سر پھرنے سے منع کرتے تھے۔ جب میں قادیان پہنچی تو آپ کھیل میں مصروف تھیں۔ اور میاں عبدالحئی نے جو دروازے پر کھڑے تھے میرے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ والد صاحب نے کہا ہم پٹیالہ سے

آئے ہیں۔ میاں عبدالحئی نے خود ہی ہمارا چھوٹا سا ٹرنک اٹھا لیا اور ہمارا بستر ایک لڑکے کو کہا کہ اٹھا کر اندر لے چلو۔ اور مجھے کہا کہ آپا آپ میرے ساتھ اندر آ جائیے۔ میرے والد صاحب کو حضرت خلیفہ اول کے مطب میں حضرت مولوی غلام محمد صاحب کے پاس بٹھا گئے۔ کیونکہ اس وقت حضرت خلیفہ اول آرام فرما رہے تھے جب اندر حضرت اماں جی کے پاس پہنچی تو آپ ایک چھوٹی سی چارپائی پر بیٹھی ہوئی میاں عبدالمنان کو دودھ پلا رہی تھیں۔ میاں عبدالحئی نے جاتے ہیں اماں جی سے فرمایا یہ آپ کے مہمان آئے ہیں اور آپ کے لدھیانہ کے پاس سے آئے ہیں اور ریاست پٹیالہ کے ہیں۔ حضرت اماں جی بہت خوش ہوئیں اور حالات پوچھتی رہیں۔ میرے پیچھے سیدہ امتہ الحئی بھی اُسی کمرہ میں آ گئی تھیں حضرت اماں جی نے فرمایا دیکھو امتہ الحئی یہ ہماری مہمان ہمارے وطن کے پاس سے آئی ہیں تو آپ ہنس پڑیں کہ اچھا یہ آپ کے وطن سے آئی ہیں تو یہ تو آپ کی بیٹی ہوئیں حضرت اماں جی نے فرمایا ہاں امتہ الحئی یہ میری بیٹی ہیں۔ پھر آپ صحن میں باہر کھیلنے کے لئے چلی گئیں۔

میرے والد صاحب نے حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری لڑکی اندر آئی ہوئی ہے۔ حضرت خلیفہ اول کے پاس میاں عبدالحئی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خلیفہ اول میرے والد صاحب سے باتیں کرتے رہے باتوں باتوں میں جب یہ معلوم ہوا کہ میرے والد صاحب بھی حکیم ہیں تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ پھر تو آپ ہمارے بھائی ہیں اس پر میاں عبدالحئی اسی وقت اٹھ کر اندر اماں جی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اماں جی یہ آپا جو پٹیالہ سے آئی ہیں ان کے ابا بھی حکیم ہیں اور ابا جان کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں اور یہ تمہاری آپا ہے۔

آئندہ سال ماہِ رمضان میں جب ڈاکٹر صاحب کو موسمی چھٹیاں ہوئیں کیونکہ آپ اس وقت لاہور میں پڑھتے تھے اور آپ ڈیڑھ ماہ کی چھٹی پر پٹیالے آئے تو آپ نے بتایا کہ میں رمضان کے کچھ روزے قادیان میں رکھوں گا۔ میں نے کہا کہ میں بھی ساتھ چلوں گی جب میں نے تیاری شروع کی تو ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے بھائی محمد ظہور کی بیوی بھی مجھ سے کہنے لگی کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ پھر ڈاکٹر صاحب ان کے بھائی محمد ظہور اور ان کی بیوی اور ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی کا بیٹا اور میں تیار ہو گئے۔ میں نے حضرت اماں جی کی خدمت میں خط لکھ دیا کہ ہم رمضان میں کچھ دن ٹھہرنے کے لیے قادیان آ رہے ہیں۔ حضرت اماں جی نے سیدہ امتہ الحئی کو بتایا کہ پٹیالے سے امتہ الحفیظ آ رہی ہے اور ان کے میاں ڈاکٹر صاحب بھی ساتھ ہیں ان کے ٹھہرنے کے لئے کون سی جگہ بنائیں۔ سیدہ مرحومہ نے فوراً فرمایا کہ پٹیالے والی آپا کو میں اپنا کمرہ دے دوں گی انہوں نے وہ کمرہ اپنے مزاج کے مطابق خوب سجایا ہوا تھا۔ ہمارے پہنچنے پر فوراً انہوں نے وہ کمرہ کھول دیا اور کہنے لگیں کہ آپا یہ کمرہ میں نے آپ کے لیے بند کر کے رکھا ہوا تھا۔ حضرت اماں جی نے ہمیں اپنے پاس ہی ٹھہرایا اور سحری و افطاری کا انتظام بھی اپنے گھر سے ہی کیا۔۔۔

میری ہمشیرہ جو بہت بیمار رہتی تھیں حضرت خلیفہ اول سے علاج کے لیے قادیان آئیں دوسرے روز ۴ بجے ہم بھی حضرت خلیفہ اول کے گھر پہنچ گئے۔ اس وقت میری گود میں میرا بیٹا عزیزم (ڈاکٹر) محمد احمد چار ماہ کا تھا۔ میں نے گھر پہنچتے ہی صحن میں اُسے چارپائی پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر میں سیدہ امتہ الحئی اپنے کمرے سے باہر آئیں اور دیکھتے ہی بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ

آپ آج آئی ہیں۔کل کیوں نہیں آئی تھیں۔ میں نے جواب دیا آنے کا ارادہ تو نہیں تھا مگر آپ کی محبت اور قادیان کی یاد مجھے کھینچ ہی لائی۔تھوڑی دیر میں حضرت اماں جی باہر تشریف لائیں اور پوچھا امتہ الحئی کون ہے؟ کس سے باتیں کر رہی ہو؟ کہنے لگیں اماں جی آپ دیکھیں تو سہی کون آیا ہے۔ حضرت اماں جی دیکھ کر فرمانے لگیں یہ تو امتہ الحفیظ آ گئیں۔ میں نے سیدہ امتہ الحئی سے عرض کی کہ مولوی صاحب سے کس وقت ملاقات ہو گی۔فرمانے لگیں اس وقت ابا جان بالکل اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں آپ ابھی چلیں۔تو یہ خاکسار سیدہ امتہ الحئی اور حضرت اماں جی کے ہمراہ حضرت خلیفہ اول کے پاس گئی۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرمایا امتہ الحفیظ کب آئیں۔ اماں جی نے بتایا ابھی ابھی آئی ہے اور آتے ہی آپ کے پاس آ گئی ہیں اور یہ بھی کہا یہ ان کا بچہ ہے اسے گود میں لے کر دعا فرمائیں اور سر پر ہاتھ بھی پھیر دیں۔ حضرت خلیفہ اول نے محمد احمد کو میرے ہاتھ سے لے لیا اور دُعا کی اور دیر تک پیار کرتے رہے تھوڑی دیر بیٹھ کر ہم آ گئے۔ پندرہ روز ہم قادیان میں ٹھہرے اور سیدہ امتہ الحئی بھی ہمیں مہمان سمجھ کر خوب مہمان داری کا حق ادا کرتی رہیں۔ میری بہن جو بیمار تھیں۔ ان کے لیے پرہیزی کھانا حضرت اماں جی خود باورچی خانے سے لاتیں اور مجھے دے کر کہتیں کہ یہ آپ کی بہن کا پرہیزی کھانا ہے یہ آپ خود انہیں کھلائیں اور اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہو وہ بھی بتلا دیں پندرہ روز کے بعد ہم واپس پٹیالہ آ گئے۔ اور پھر حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد ہی ہم قادیان آ سکے۔۔۔

جماعت کی تعلیم یافتہ خواتین بھی آپ سے مل کر بہت خوش ہوتیں اور ان کا بے تکلف تعلق حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہ کے ساتھ ہی ہوتا تھا اور

وہ قادیان آ کر اکثر ان کے پاس ہی ٹھہرتی تھیں اور آپ ہر ایک سے عزت کے ساتھ پیش آتیں۔

آپ محبت کرنے والی بہن تھیں

جب میں تیسری دفعہ قادیان پہنچی تو آپ کی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ ہو چکی تھی۔ اور آپ دارالمسیح میں قیام فرما تھیں۔ میرے پہنچنے کے چار روز کے بعد میاں عبدالحیٔ شملہ تشریف لے گئے۔ اور میاں عبدالسلام اور عبدالوہاب بہت روتے رہے کہ بھائی جان کے ساتھ ہمیں کیوں نہیں شملہ بھیجا۔ ہم نے ان کو بہلانے کی بہت کوشش کی مگر جب چپ نہ ہوئے تو اماں جی نے سیدہ امتہ الحیٔ کو بلا بھیجا کہ ان کو آ کر بہلائیں اور چپ کرائیں۔ آپ اُسی وقت حضور سے اجازت لے کر اماں جی کے پاس پہنچ گئیں اور چھوٹے بھائیوں کو اس محبت سے بہلایا کہ وہ تھوڑی دیر میں ہی چپ ہو گئے اور کہنے لگے کہ آپا پھر آپ ہمیں شملہ لے جائیں گی۔ فرمانے لگیں کہ ہاں جب حضور شملہ تشریف لے جائیں گے تو پھر میں تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں گی۔ پھر آپ تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس چلی گئیں۔''

(مصباح مارچ ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۴ تا ۱۹)

آپ کی سیرت اور کاموں پر لجنہ اماء اللہ قادیان نے ایک قرار داد پاس کی جس کے منتخب حصے درج کئے جاتے ہیں۔

لجنہ کا یہ خاص اجلاس تمام ممبرات کے اتفاق رائے سے یہ ریزولوشن پاس کرتا ہے کہ ہم ممبرات لجنہ اماء اللہ کو حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ مرحومہ سابق سیکریٹری لجنہ اماء اللہ کے انتقال پُر ملال سے نہایت صدمہ پہنچا ہے۔ ہم خوب محسوس کرتی ہیں کہ عورتوں میں انجمن قائم کرنا اور پھر کئی سال تک

سیکریٹری شپ کے محنت کش فرائض ادا کرنے اور نہایت باقاعدگی سے ہر ہفتہ اجلاس کرنا اور پھر اجلاس کی کارروائی پر عمل پیرا ہونا۔ ایک عورت کے لیے جو دوسرے خانگی فرائض کی بھی دوسری عورتوں کی طرح ذمہ دار ہو نہایت مشکل بلکہ قریباً ناممکن ہے مگر مرحومہ نے کئی سال ان فرائض کو باحسن الوجوہ ادا کیا جس کا اللہ تبارک و تعالیٰ مرحومہ کو اجر عظیم عطا فرماوے۔ مرحومہ صرف سیکریٹری ہی نہ تھیں بلکہ لجنہ کی ایک طرح کی بانی تھیں اس لیے لجنہ اماء اللہ کے ذریعے جو آئندہ ایسی تجاویز عمل میں لائی گئیں جو اللہ رب العالمین کی خوشنودی کا باعث ہوویں اس کا ثواب بھی مرحومہ کے نامہ اعمال میں لکھا جاوے گا۔ **وما ذالک علی اللّٰہ العزیز**

مرحومہ نے صرف سیکریٹری کا کام نہیں کیا بلکہ لجنہ کے اس پروگرام کو شادی شدہ عورتوں میں جو مدارس میں داخل نہیں ہوسکیں ان میں دینی اور دنیوی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ قادیان کی احمدی مستورات خوب جانتی ہیں کہ مرحومہ نے بہت سی عورتوں کو قرآن مجید، حدیث شریف، حضرت مسیح موعود کی کتب، فارسی اور عربی کی تعلیم متواتر چھ ماہ سے زیادہ دی ہے اور اس طرح اپنا تمام وقت فرقہ نسواں کی بہبودی میں وقف کر دیا۔

مرحومہ کی وجہ سے سالانہ جلسہ کے موقع پر عورتوں کے لیے علیحدہ اور باضابطہ قیام و طعام اور تقریروں کا انتظام ہو گیا مرحومہ کا یہ ایسا احسان ہے کہ جس کی ممنون ہر احمدی عورت ہے۔ **اللھم اغفرلنا وارحمنا**

یہ تو مختصر سا خاکہ مرحومہ کی اس حیثیت کا ہے جو مرحومہ کو لجنہ کی سیکریٹری ہونے کے سبب سے تھی مگر آہ ہم کس طرح فراموش کر سکتے ہیں مرحومہ کو کہ وہ نبی کی بہو ہمارے خلیفۃ المسیح الاول کی لخت جگر اور ہمارے

خلیفۃ المسیح الثانی کی ہمدم اور ہمراز بیوی تھیں اس گہرے تعلق کی وجہ سے جو صدمہ مرحومہ کی وفات نے ہمارے قلوب پر کیا ہے اللہ ہی اس کو بہتر جانتا ہے۔ انما اشکوبثی وحزنی الی اللّٰہ.

پھر مرحومہ کا عین شباب میں ایک لمبی بیماری کے بعد خورد سال معصوم بچوں کو چھوڑ کر اس دارِ فانی سے دار باقی کی طرف چلے جانا صدمہ کو اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ پھر ان تمام باتوں کے علاوہ ایک اور حیثیت سے بھی لجنہ اور دیگر احمدی مستورات کے لیے مرحومہ کا انتقال نہایت نقصان کا موجب ہے اور وہ اس طرح کے مرحومہ عملاً طبقہ نسواں کے کاموں کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پرائیویٹ سیکریٹری تھیں۔ جن امور میں لجنہ، حضور موصوف سے کچھ پوچھنا چاہتی وہ حضرت سے مرحومہ کے ذریعے سے جواب پاتی اور اس امر کے اظہار سے بھی ہم رک نہیں سکتیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح احمدی مستورات کی دینی اور دنیاوی تربیت بھی ایک حد تک مرحومہ کے ذریعے فرماتے رہے اس لیے ہم تمام ممبرات ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے مرحومہ کے انتقال پرملال پر اپنے دلی صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور پاس کرتی ہیں۔

1- ہم ممبرات لجنہ اماء اللہ اپنی سابقہ سیکریٹری صاحبہ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے ان کی طرف سے بطور صدقہ جاریہ ایک لڑکی کا وظیفہ مقرر کرتی ہیں جو کہ دینی تعلیم حاصل کرنے میں کام آئے اس کے چندہ میں صرف ممبرات لجنہ ہی شریک ہوں گی۔

2- ہم ممبرات مرحومہ کی یادگار میں ایک لائبریری قائم کرتی ہیں جس کا نام امتہ الحیٔ لائبریری ہو گا اس لائبریری میں ہمارے سلسلہ کی تمام

کتب کے علاوہ بعض مفید اردو رسالہ جات بھی منگوائے جائیں گے اس لائبریری کا ایک ریڈنگ روم بھی ہو گا۔ اس لائبریری کے قیام کے لیے جلسہ سالانہ پر آنے والی مستورات سے چار آنے فی خاندان چندہ تجویز کیا ہے اس چندہ میں قادیان کی عورتیں بھی شامل ہوں گی ہم ممبرات لجنہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتی ہیں کہ وہ ہم کو توفیق عطا فرماوے کہ مرحومہ کی یادگار میں ایک نہایت مفید لائبریری قائم کرسکیں نیز ہم سلسلہ کے مردوں سے بھی التماس کرتی ہیں کہ وہ حسبِ توفیق کتب بھیج کر اس مفید کام میں ہماری امداد فرمائیں۔

3- امر سوم میں تمام ممبرات لجنہ اس صدمہ میں حضرت خلیفہ الثانی، حضرت اماں جان صاحبہ اور والدہ صاحبہ مرحومہ اور تمام متعلقین سے اظہار ہمدردی کرتی ہیں اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

4- ہم اس امر کا اظہار بھی ضروری سمجھتی ہیں کہ مرحومہ کی علالت اور تیمارداری اور بعد از وفات تجہیز و تکفین کے اعمال میں جو اسلامی کامل نمونہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دکھایا ہے وہ فرقہ نسواں کی عزت کو بڑھانے والا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مردوں کے لیے ایک مفید سبق ہے۔ والسلام

ممبرات لجنہ اماء اللہ قادیان

(الفضل قادیان،۳ مارچ ۱۹۲۵ء)

حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہ کی یادگار

مدرسۃ الخواتین کا افتتاح

حضور نے سیدہ کی وفات پر فرمایا تھا کہ میرے ذہن میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ایک اسکیم آئی ہے۔ اس کا عملی اظہار ۱۷ مارچ ۱۹۲۵ء کو ہوا۔۔۔ حضرت مسیح موعود کے مقدس دار میں خواتین سلسلہ کی تعلیم کے لئے ایک اسکول کا افتتاح فرمایا جس کا نام مدرسۃ الخواتین تجویز ہوا دراصل یہ ایک ٹریننگ اسکول کی حیثیت رکھتا تھا۔۔۔ تاکہ ایک معقول تعداد ایسی خواتین کی تیار کی جائے جو احمدی خواتین اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کی نگرانی کر سکے۔الخ

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۵۲)

امتہ الحئی لائبریری

لجنہ اماء اللہ قادیان نے اپنی قرارداد میں اس چیز کا اظہار کیا تھا کہ وہ حضرت سیدہ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے خواتین کے لیے ایک لائبریری قائم کریں گی جس میں خواتین سے متعلق کتب اور رسائل ہوں گے ایک ریڈینگ روم ہوگا۔ لجنہ اماء اللہ نے وہ لائبریری قائم کر دی چنانچہ ’’اس کے لئے مکرمہ سکینۃ النساء صاحبہ قائم مقام افسر امتہ الحئی لائبریری نے بہنوں کو تحریک کی کہ لائبریری قائم ہوگئی ہے کئی بہنوں نے کتب اور چندہ بھجوانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بہنیں کتب اور چندہ جلد سیکریٹری لجنہ اماء اللہ کے نام بھجوائیں تاکہ جلسہ سالانہ تک لائبریری کا انتظام اچھی طرح سے سرانجام دیا جاسکے۔‘‘

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۱۸۹)

نہایت اعلیٰ مثالی ازدواجی زندگی

شادی کے وقت حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کی عمر ۱۳ سال اور حضرت خلیفۃ المسیح کی عمر ۲۵ سال تھی اور حضور کی پہلی بیوی ام ناصر صاحبہ بھی موجود تھیں حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کو حضور کی رفاقت کے صرف دس سال ملے۔ ۲۳ سال کی عمر میں آپ فوت ہو گئیں۔ لیکن یہ مختصر عرصہ ایک مثالی ساتھ رہا جس کی گواہی خود آپ کے شوہر حضرت خلیفۃ المسیح اس طرح دیتے ہیں۔

"جب شادی کی تو ان پر احسان سمجھ کر کی تھی۔ احسان میں نے اس لحاظ سے کہا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ میں تعلیم دوں گا، ان کی تربیت کروں گا، پھر یہ سمجھ کر شادی کی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اس خواہش کو پورا کروں گا کہ حضرت مسیح موعود کے خاندان سے آپ کے خاندان کا خونی رشتہ قائم ہو جائے۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا یہ میری نیک نیتی اور اپنے استاد اور آقا کی خواہش کو پورا کرنے کی آرزو، ایسے اعلیٰ درجہ کے پھل لائے گی، اور میرے لئے ایسے راحت کے سامان پیدا ہوں گے۔ مجھے بہت سی شادیوں کے تجربے ہیں میں نے خود بھی کئی شادیاں کروائی ہیں اور بحیثیت ایک جماعت کا امام ہونے کے ہزاروں شادیوں سے تعلق ہے اور ہزاروں واقعات مجھ تک پہنچتے رہتے ہیں مگر میں نے عمر بھر کوئی کامیاب اور خوش کرنے والی شادی نہیں دیکھی جیسی میری یہ شادی تھی۔۔۔۔

مجھے فخر ہے کہ ان کی شادی مجھ سے ایسے زمانہ میں ہوئی، جبکہ وہ

چھوٹی عمر کی تھیں اور مجھے انہیں تعلیم دینے اور تربیت کرنے کا موقع مل گیا اور بجا فخر ہے مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر قبولیت کا مادہ نہ ہو تو کوئی انسان ترقی نہیں کر سکتا۔۔۔۔

ایسے مواقع پیش آئے کہ میں ان سے ناراض ہوا، مگر سوائے ایک دفعہ کے ان کے چہرے پر کبھی بَل نہ دیکھا، خواہ وہ کتنے ہی رنج اور صدمہ کی حالت میں ہوں، جب میری شکل دیکھتیں تو اپنے چہرے کو خوش بنا لیتیں، تا کہ مجھ پر جبکہ اور بہت سے فکر دامن گیر رہتے ہیں ان کا غمگین چہرہ دیکھ کر بُرا اثر نہ ہو مذکورہ بالا موقع پر ایک ایسی ہی وجہ پر جو معقول وجہ تھی۔ ان کو غلط فہمی تھی ناراض ہو گئیں اور اس کا پتہ بھی مجھے اس طرح لگا کہ میں نے ان کے چہرہ پر ملال کے آثار دیکھے۔ میں نے پوچھا آج تک میں نے تمہارے چہرہ پر ایسے آثار نہیں دیکھے تھے جو آج ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

تب انہوں نے وہ بات بتائی جس کے متعلق انہیں غلط فہمی تھی۔ میں نے ان کی غلط فہمی کو دور کر دیا اور اس وقت انہیں ایک بات کہی جسے خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا مگر اس کی خوشی دیکھنا ان کے مقدر نہ تھی۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۱۸۲۔۱۸۳)

پھر حضور فرماتے ہیں:

''ان کے اندر ایسا ایمان تھا۔ حضرت مسیح موعود پر ایک ایسا یقین تھا دینِ حق کی صداقت پر، جو ایمان اور یقین بہت کم عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ان کے اندر ایک یقین اور وثوق تھا تمام سلسلہ کے کاموں کے متعلق۔ پھر میاں کے عیوب اور کمزوریاں سب سے زیادہ بیوی پر ظاہر ہوتی ہیں میں نے ہمیشہ ان کے ایمان کو خلافت کے متعلق ایسا مضبوط پایا کہ بہت کم مردوں

میں ایسا ہوتا ہے۔ ان کی دین سے محبت ان کی حضرت مسیح موعود سے محبت ان کی وہ حالت ایمان جو دین کے دوسرے شعبوں کے ساتھ تھی میرے حساس قلب کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔۔۔۔۔

پھر حضور فرماتے ہیں خواہ ان کی کوئی حالت ہوتی، کتنے جوش اور غصے میں ہوتیں دین کے ذکر کے بعد میں نے دیکھا ان کی طبیعت معاً دَب جاتی عورتوں کو عام طور پر دیکھا ہے اور بعض مردوں کو بھی کہ جب وہ غصہ کی حالت میں ہوں تو فوراً غصہ کو روک نہیں سکتے آہستہ آہستہ ان کی طبیعت بحال ہوگی لیکن ان کو میں نے دیکھا اگر ان کی غلطی ہوتی اور بتایا جاتا کہ دین میں یوں ہے تو فوراً ان کی تسلی ہو جاتی اور اس طرح ان کی طبیعت ساکن ہو جاتی جس طرح پہاڑ سے ٹکرا کر کوئی چیز ٹھہر جاتی ہے۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۱۸۲۔۱۸۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں کہ ”جب میں نے ان سے شادی کی تو میرا منشاء ان کے ذریعے سے بآسانی عورتوں میں تعلیم دینے کا تھا۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ خود ان کو تعلیم دوں مگر وہ اس شوق میں مجھ سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھیں۔ ابتداء میں کبھی سبقوں میں ناغے بھی کر دیتا تھا مگر وہ زور دے کر اپنی تعلیم کو جاری رکھتیں اور اس میں انہوں نے بہت ترقی کی۔ وہ قرآن شریف کا ترجمہ اچھی طرح پڑھا لیتی تھیں۔ بلوغ المرام پڑھاتی تھیں۔ اس طرح اور دینی کتب لڑکیوں کو پڑھاتی تھی اور وفات سے چار پانچ روز پہلے مشورہ کر رہی تھیں کہ لڑکیوں کو مشکوۃ پڑھانی ہے جس کی قیمت اب بہت بڑھ گئی ہے۔ لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ خریدنے کی استطاعت نہیں اب کیا کیا جائے۔

(انوار العلوم جلد ۹ صفحہ ۹)

تعلیم کی یہ خواہش جو ان میں تھی وہ دیگر عورتوں میں نظر نہیں آتی عام طور پر عورتوں میں یہ خواہش ہے کہ تہذیب نسواں پڑھ لیں۔ دینی تعلیم کا احساس نہیں ہماری جماعت میں اور بھی عورتیں ہیں جو علم رکھتی ہیں اور بعض باتوں میں امتہ الحیٔ سے زیادہ علم رکھنے والی ہیں۔ لیکن دین کے معاملے میں خاص طور پر تعلیم دینی ان میں نہیں پائی جاتی میر محمد اسحٰق صاحب کی بیوی بے شک تعلیم کی بہت شائق ہیں لیکن ان کے اندر وہ جنون نہیں جو امتہ الحیٔ کے اندر تھا۔ پھر ان کا وہ اثر بھی نہیں جو امتہ الحیٔ کے اندر تھا۔ پھر ان کا وہ اثر بھی نہیں ہو سکتا جو خلیفۃ المسیح کی بیوی کا ہو سکتا ہے۔ وہ میرے خیالات کی ترجمانی بھی نہیں کر سکتیں۔ ان کے بعد حافظ روشن علی صاحب کی بیوی ہیں پھر میری بڑی بیوی بھی پڑھائی میں امتہ الحیٔ کے برابر ہیں لیکن بعض روکوں کی وجہ سے کچھ بچوں کی کثرت اور ان کی تربیت میں مشغول رہنے کی وجہ سے ان کو وسیع مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔

(خطاب ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء۔ انوار العلوم جلد ۹ صفحہ ۹)

حضرت مصلح موعود نے آپ کی وفات پر اس عزم کا اظہار کیا کہ مجھے امتہ الحیٔ کی وفات پر جو افسوس اور صدمہ ہے اور میں اپنے فرائض میں سے سمجھتا ہوں کہ اسے قائم رکھوں اور یہ شقاوت ہو گی اگر میں یاد نہ رکھوں۔

(الفضل ۳ جنوری ۱۹۲۵ء۔ انوار العلوم جلد ۹ صفحہ ۸)

اور پھر حضور نے آپ کو ہر موقع پر یاد رکھا آپ نے ۱۹۵۰ء میں بھیرہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا آبائی وطن تھا کا دورہ کیا اور آپ کو حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ مرحومہ کی یاد نے تڑپایا چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ ”چونکہ بھیرہ آنے کا شوق مجھے مدت سے تھا اس لیے یہاں آ کر میں

خوش بھی ہوں کہ میری دیرینہ خواہش پوری ہوئی مگر بھیرہ کی دیواروں میں داخل ہونے کے بعد میرے دل کے زخم دوبارہ ہرے ہو گئے بھیرہ ہی کی ایک لڑکی امتہ الحئی سے جو حضرت مولانا حافظ حکیم الحاج نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کی بیٹی تھیں، سے میری شادی ہوئی اور ہم دونوں میں بہت محبت تھی۔ بے وقوف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید دین اور روحانیت کے یہ معنے ہیں کہ میاں کو بیوی سے محبت نہ ہو، اور بیوی کو میاں سے محبت نہ ہو۔ لیکن جو لوگ دین اور روحانیت کو سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جو خاوند کو بیوی سے اور بیوی کو خاوند سے محبت کا حکم دیتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ بعض دفعہ جس پیالے سے میں پانی پیتی اسی پیالے میں اسی جگہ ہونٹ رکھ کر پانی پیتے اور فرماتے میں یہ بتانے کے لیے ایسا کرتا ہوں کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔

غرض آج سے چھبیس ستائیس یا اٹھائیس سال پہلے امتہ الحئی بیگم صاحبہ سے جب ہم دونوں باتیں کیا کرتے تھے میں کہا کرتا تھا کہ میں تمہیں تمہارے ابا کے وطن لے جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت میں یہاں نہ آ سکا۔ اب امتہ الحئی مرحومہ کی وفات پر چھبیس سال گزر رہے ہیں پس جونہی میں بھیرہ میں داخل ہوا وہ باتیں مجھے یاد آ گئیں کہ میں نے امتہ الحئی مرحومہ سے ان کے آباء کا وطن دکھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن خدا کی مشیت تھی کہ جب تک وہ زندہ رہیں مجھے یہاں آنے کا موقع نہ ملا اور جب مجھے یہاں آنے کا موقع ملا تو بھیرہ کی بیٹی اور میری بیوی امتہ الحئی مرحومہ فوت ہو چکی تھیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۴، صفحہ ۱۷۱-۱۷۲)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنی بیگم حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ

کا ذکر خیر اپنی دوسری بیگم حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کی وفات پر اپنے ایک مضمون میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری امتہ الحئی کو بھی پڑھنے پڑھانے کا شوق تھا۔ لیکن وہ زیادہ محنت نہیں کر سکتی تھیں۔ ان کا حافظہ بھی کمزور تھا اس وجہ سے وہ تعلیم کی زبردست خواہش کے باوجود ایک حد سے اوپر علمی ترقی نہیں کر سکیں۔ لیکن ان میں علم پڑھانے کا ملکہ اور شوق۔۔۔۔ زیادہ تھا اور وہ زیادہ ذہین تھیں۔۔۔۔ امتہ الحئی کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی پھولوں سے ان کی خوشبو جمع کرتا چلا جائے۔۔۔۔ اول الذکر اُن خوش قسمتوں میں سے تھیں جو اپنی چمک سے لوگوں کی توجہ کھینچ لیتے ہیں۔۔۔ اول الذکر ایک بڑے باپ کی بیٹی۔ اس کے شاگردوں کے حلقہ میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے والی تھی۔۔۔۔ جس کو ناز پر غرور تھا۔۔۔ وہ سمجھتی تھی میں اس گھر کے لوگوں میں سے ایک ہوں۔ اور ہر جگہ میرے لئے کھلی ہے۔۔۔

امتہ الحئی۔۔۔۔ آمد سے زیادہ خرچ کر بیٹھتی تھی۔ اُن کی وفات پر سینکڑوں روپیہ قرض نکلا جو میں نے فوراً ادا کر دیا۔۔۔۔ امتہ الحئی مرحومہ ایسے موقع پر ناز سے لیکن ادب کے ساتھ اپنا حق لیئے بغیر نہ رہتیں۔۔۔

حضور آخر میں خدا تعالیٰ سے حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں''جب تو سارہ بیگم پر رحم فرمائے تو اے میرے پیارے! ایک دیر سے جدا شدہ میری پیاری بیوی میرے پیارے استاد کی لاڈلی بیٹی میرے عریز بچوں کی ماں بھی اس کے ساتھ ہی لپٹی ہوئی تیرے فضلوں کی امیدوار ہے تو اُس پر بھی فضل کر اور اُسے بھی اپنی خاص برکتوں سے حصہ دے اور اعلیٰ ترقیات کا وارث کر۔

(مضمون محررہ ۲۳ جون ۱۹۳۳ء ۔ الفضل ۲۷ جون ۱۹۳۳ء)

آپ کی سیرۃ آپ کے پیاروں کی نظر میں

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

''عزیزہ امتہ الحئی مرحومہ کو خدا تعالیٰ نے ذہن ایسا بخشا تھا گو کسی اسکول میں تعلیم نہیں پائی تھی مگر بہت ذہین وفہیم تھیں۔ حضرت خلیفہ الثانی نے بھی ان کی اس بات کی کئی بار تعریف کی۔ کئی بار فرمایا کہ ان سے بات کر کے لطف آ جاتا ہے۔ اشعار کو بھی ان کے اصل معنوں میں خوب سمجھتی تھیں۔ خود میرا تجربہ بھی اس کا شاہد ہے مجھ سے اور حضرت اماں جان سے بھی بہت پیار تھا۔ غرض پہلے لجنہ کا کام انہوں نے سنبھالا صدارت حضرت اماں جان کی ہوئی۔ چند خواتین ہی ممبر تھیں۔ میٹنگ اکثر بڑی بھابی جان (ام ناصر صاحبہ) کے کمرے میں ہوتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے موضوع بتلائے اور اس پر مضمون سنانے کی بھی ہدایت تھی۔ ایک بار یہ موضوع تھا کہ ''رہائش شہر کی بہتر ہے یا گاؤں کی۔'' اس پر میں نے بھی ایک مضمون پڑھا تھا۔

امتہ الحئی مرحومہ نے کم عمر پائی ۱۹۲۴ء میں خلیل احمد کی پیدائش کے بعد وفات پائی ایام حمل میں بیمار ہی رہتی تھیں ان کی وفات کا نقشہ پیش نظر ہے وہ ان کا بار بار مجھے بھی مخاطب کر کے کہ ''ہمیشہ میری مغفرت کی دعا کریں۔'' حضرت اماں جان کو پاس سے نہ اٹھنے دینا۔ حضرت خلیفہ الثانی کی بیقراری بہت زیادہ تھی۔ پیار سے پکارتے، سر پر، منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور دعائیں کرتے تھے۔

(۲۱ دسمبر ۱۹۷۲ء بدر قادیان)

’’پیاری امی جان‘‘

صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اپنی والدہ حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کے متعلق اپنے بزرگوں سے سنی ہوئی باتیں تحریر کرتی ہیں۔

’’ہماری امی جنہیں ہم آپا کہتے تھے۔ ان سے اماں جان کو بہت ہی پیار تھا۔ اماں جان کے بتائے ہوئے واقعات لکھ دیتی ہوں۔

حضرت اماں جان نے ایک بات کا ذکر کئی دفعہ بڑے پیار سے کیا کہ تمہاری ماں کمرے کی کھڑکی سے منہ نکال کر مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ ایک دن آواز نہیں آئی تو میں نے کہا آج میری بلبل کیوں نہیں چہچہائی تو فوراً جواب دیا منقار میں چھالے ہیں(کیونکہ منہ میں چھالے ہو گئے تھے) اس برجستہ جواب کا ذکر اماں جان کئی دفعہ بڑے پیار سے کرتیں۔

اماں جان کی ایک رشتہ دار جنہیں۔۔۔ نانی کہتے تھے اجمیر سے آ کر ہر سال کئی کئی مہینے ٹھہرتیں۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگیں بیٹی تیری ماں لوگوں کا بہت ہی خیال کرنے والی تھی۔ میں قادیان آئی ہوئی تھی ان دنوں قادیان بہت ہی چھوٹا ہوتا تھا۔ اکثر چیزیں بٹالے یا امرتسر سے منگوانی پڑتی تھیں۔ میرے پان ختم ہو گئے میں پریشان بیٹھی تھی اتنے میں تیری ماں آ گئی بہت چھوٹی سی تھی پوچھنے لگی نانی کیا بات ہے میں نے کہا بیٹی پان ختم ہیں۔ کہنے لگی میں ابھی کہیں سے ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔ میں نے گھبرا کر کہا کہ بچی

اس گرمی میں تو کہاں ہلکان ہوتی پھرے گی۔ کہنے لگی نہیں بس سائیکل پر جا کر ابھی لے آتی ہوں۔ میں منع کرتی رہ گئی اور وہ جھٹ سے اُٹھ کر چل پڑی اور تھوڑی دیر بعد تمہاری پھوپھی کے یہاں سے پان لا کر مجھے دے دیئے۔

شادی کے وقت عمر چونکہ بہت چھوٹی تھی کتنے ہی سال اماں جان نے اپنے ساتھ رکھا۔ مجھے علم نہیں ممکن ہے میری پیدائش کے بعد الگ ہوئی ہوں۔ میری پیدائش بھی اماں جان کے کمرے میں ہوئی جو بیت الفکر اور مسجد کے بالکل قریب تھا۔

چھوٹی پھوپھی جان بھی امی کا ذکر بہت محبت سے کرتی تھیں ایک دفعہ بتایا کہ اس کے بڑے بڑے ارادے تھے بچوں کے لئے مذہبی اور اخلاقی کتابیں لکھنے کے اور بھی کئی باتیں بتائیں جو مجھے اب ٹھیک سے یاد نہیں۔ ایک دن کہنے لگیں تمہاری ماں کی آنکھوں میں بہت چمک تھی جیسے موتی کوٹ کر بھرے ہوں۔

آپ ملازمات اور خدمت کرنے والیوں سے نہایت درجہ شفقت اور مہربانی سے پیش آتی تھیں اور وہ بھی آپ کے بہت مؤدب اور فرمانبردار تھے چنانچہ صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ ”ایک دفعہ ہم کسی سفر میں حضرت ابا جان کے ساتھ جا رہے تھے۔ رفیقہ جو میری ذاتی ملازمہ تھی جھٹ سے گاڑی کا دروازہ کھول کر میرے پاؤں کے قریب بیٹھ گئی اور کہنے لگی میں یہاں بیٹھوں گی یہ میری بی بی ہیں۔ اس کی یہ بات سن کر ابا جان کہنے لگے اس کی ماں کے نوکروں کو بھی ان سے بہت پیار تھا۔

حضرت اماں جان نے بتایا اک دن امی نے اپنی بیماری میں اماں جان سے کہا کہ میں اپنے بچے آپ کے سپرد کرتی ہوں۔ میری ماں کے بہت

بچے فوت ہوئے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے بچوں کو زیادہ لاڈ پیار سے بگاڑ نہ دیں یہ سن کر اماں جان رو پڑیں اور فرمایا تو جوان جہان ایسی باتیں کہہ رہی ہے میں تو بوڑھی ہوں میری زندگی کا کیا اعتبار بھلا میں یہ وعدہ کیسے کر لوں۔ ابا جان بھی پاس ہی تھے ابا جان نے کہا میں وعدہ کرتا ہوں جہاں تک جیسے ہو سکا میں یہ ذمہ داری ادا کرتا رہوں گا۔تم بالکل فکر نہ کرو۔ امی سے کیا ہوا یہ وعدہ ابا جان نے کس پیار سے نبھایا اس کی چند مثالیں جو اس وقت ذہن میں ہیں وہ لکھتی ہوں۔

ابا جان ہر سال پہاڑ پر جاتے تھے شروع میں اپنا گھر نہیں بنوایا تھا کرائے پر مکان لیتے تھے۔ اس لئے سب بیوی بچے ساتھ نہیں جا سکتے تھے جس بیوی کی باری ہوتی وہ اور ان کے بچے ساتھ جاتے ایک دفعہ گھر بہت ہی چھوٹا ملا۔ آپا جان ام طاہر کی باری نہیں تھی جن کی باری تھی وہ اور ان کے بچے ساتھ گئے۔ ہم آپا جان ام طاہر کی کفالت اورنگرانی میں تھے۔ ہم پیچھے رہ گئے۔ اِن دنوں بڑی پھوپھی جان نے خواب میں دیکھا کہ امتہ الحیٔ بڑی گھبراہٹ میں کروٹوں پر کروٹیں لے رہی ہے جیسے تڑپ رہی ہو۔اور کہتی ہے قیوم کی بڑی فکر ہے تو ابا جان نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو بھیجا کہ بچوں کو فوراً لے آئیں۔

وہ گھر بہت ہی چھوٹا تھا ابا جان نے ہم دونو ں بہنوں کا پلنگ اپنے ہی کمرے میں بچھوا لیا جس پر ہم دونوں بہنیں سوتی تھیں۔ اس کے بعد مجھے نہیں یاد کہ ہمیں کبھی چھوڑا ہو۔خواہ کسی بیوی کی باری ہو ہم ساتھ جاتے تھے۔

اسی طرح میری شادی ہوئی تو ابا جان نے ان کو لکھا (اگرچہ وہ خط اب ضائع ہو گئے ہیں قادیان میں رہ گئے) جو تھوڑا بہت زبانی یاد ہے وہ لکھ

دیتی ہوں۔ ابا جان نے میرے میاں کو لکھا ’’میں نے اپنی اس بچی کو چودہ سال تک ہتھیلی کے چھالے کی طرح رکھا ہے۔ اگر کوئی اس کی طرف دیکھتا تھا تو میری نظر فوراً اٹھتی تھی کہ اس آنکھ میں پیار کے سوا کچھ اور تو نہیں۔ اب میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ یاد رکھنا اگر اسے کوئی تکلیف ہوئی تو میں برداشت نہیں کرسکوں گا اپنی اس زندگی میں ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی۔‘‘ خط تو کافی لمبا تھا مگر یقینی طور پر اتنا تو ضرور تھا۔

شادی کے بعد پہلی دفعہ جب میں ملتان گئی تو ابا جان کا روزانہ ایک خط اور ایک تار آتا تھا اس وقت فون اس کثرت سے نہیں تھے۔ ہمارے پاس بھی فون نہیں تھا۔ مجھ سے ایک دفعہ بھائی جان مرزا رشید احمد صاحب نے بتایا کہ میں اُن دنوں کسی کام سے ملتان کے پوسٹ آفس گیا یہ سُن کر کہ میں قادیان کا رہنے والا ہوں۔ افسر ڈاکخانہ نے مجھ سے پوچھا وہ کون لڑکی ہے جس کے والد اسے روزانہ خط اور تار دیا کرتے ہیں۔ خیرت پوچھنے کے لئے۔ ایک دفعہ پتہ نہیں کیوں میرے خط دیر سے پہنچے تو بھائی عبدالرحمٰن قادیانی کو بھیجا کہ جا کر خیریت معلوم کر کے آؤ۔

ربوہ میں جب فون لگ گیا اور ہمارے پاس بھی راولپنڈی میں فون تھا۔ تو جب میں ربوہ سے راولپنڈی واپس آتی تو ابا جان میرے نکلنے کے تھوڑی دیر بعد ہی فون کرنا شروع کر دیتے ہمارے پہنچنے تک نہ جانے کتنے فون آ چکتے۔ گھر پہنچتے ہی نوکر کہتے ابھی فوراً خیریت سے پہنچنے کا فون کر دیں حضور کے کئی فون آ چکے ہیں۔

میری سہیلی امتہ الحفیظ خلیل احمد ناصر کی بیوی کے خط کے جواب میں ابا جان نے لکھا ’’تم میری بیٹی کی سہیلی ہو ویسے تو مجھے اس کی ماں کے سب

ہی بچے پیارے ہیں مگر قیوم سے تو مجھے عشق ہے کیونکہ وہ اپنی ماں کو بہت پیاری تھی۔" (ذاتی تحریر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی یہ سب کچھ اپنی پیاری بیوی سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ سے کئے ہوئے وعدے کی ایفا میں کرتے تھے۔

صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ اپنی امی جان کے بارے میں تحریر کرتی ہیں:

"مجھے ذاتی بات بس ایک اور یاد ہے اپنا ایک خواب جو آپا (امی) کی وفات سے کچھ دن پہلے دیکھا کہ "کوئی شخص مجھ سے کہتا ہے میں تمہاری ماں کو لینے آیا ہوں۔ میں رو رو کر اس کی منتیں کرتی ہوں کہ نہیں لے جانا۔ وہ کہتا ہے اچھا یہ نہیں تو تمہارے ابا کو لے جاتا ہوں میں نے گھبرا کر کہا نہیں بالکل نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ تمہاری ایک بات مانی جا سکتی ہے یا ماں کو لے جانے دو یا باپ کو۔ اس نے جب بہت ہی مجبور کیا کہ دونوں میں سے ایک کو رکھ سکتی ہو۔ دونوں کو رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو میں ماں کو دینے پر راضی ہوگئی۔۔۔ شاید اس خواب کا اثر تھا کہ میں اپنی امی سے بہت چمٹنے لگی شاید اس دہشت میں کہ یہ تو اب جانے والی ہیں۔

اماں جان یہ ذکر کئی مرتبہ بڑے دکھ سے کیا کرتی تھیں کہ "بیٹی تو ہر وقت ماں سے چمٹی رہتی تھی باپ کو نہیں چمٹتی تھی ایک دن میں نے ذرا دھمکانے کے رنگ میں کہا وعدہ کر اب ابا کو بھی چمٹا کرے گی۔ تم ڈر گئیں اور تم نے جواب دیا چمٹوں گی چمٹوں گی۔ ساری عمر چمٹی رہوں گی۔ یہ واقعہ بیان کر کے ہمیشہ اماں جان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور بڑے دکھ سے کہتیں۔ بس ساری عمر چمٹی ہی رہو۔

ایک دن میں استانی جی سے قرآن شریف پڑھ کر گھر آئی۔ اُس دن آپا جان ام طاہر کا بڑا بیٹا اس کا نام بھی طاہر تھا وہ فوت ہوا تھا شاید میں نے کوئی شور یا شرارت کی تھی تو مجھے منع کر کے پاس بٹھایا اور بڑے دکھ سے بتایا کہ تمہیں پتہ ہے آج تمہارا بھائی فوت ہو گیا ہے۔ ہاں ایک اور بات یاد آئی ایک دن میں نے پوچھا ابا جان کے منہ سے یہ خوشبو کیسی آتی ہے؟ تو بتایا کہ اس لیے کہ اتنی اچھی باتیں کرتے ہیں بُری باتیں بالکل نہیں کرتے تم بھی اگر ان کی طرح ہمیشہ اچھی باتیں کرو گی تو تمہارے منہ سے بھی خوشبو آنے لگے گی۔

ایک دفعہ ابا جان کو کسی نے پان پیش کیا تو کہنے لگے میں پہلے کھانے کے بعد ایک پان الائچی ڈال کر کھایا کرتا تھا۔ امتہ الحئی کے منہ میں چھالے نکلے تو مجھے خیال ہوا شاید پان کھانے سے چھالے ہو گئے ہیں اس لئے منع کر دیا۔ اب کوئی پان دیتا ہے تو صدمے کے مارے نہیں کھاتا۔

ابا جان نے بتایا کہ جب میں قادیان سے نکلنے لگا تو میں نے جلدی جلدی گھبراہٹ میں تمہاری امی کے خط ڈھونڈنے شروع کیے جو میں آتے ہوئے ساتھ لے آیا۔ وہ خطوط ابا جان کی وفات کے بعد چھوٹی آپا نے مجھے دے دیئے تھے میں نے کبھی پڑھے تو نہیں، مگر میرے پاس محفوظ ہیں۔

''میری امی جان''

حضرت صاحبزادی آپا امتہ الرشید بیگم صاحبہ (بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ) بیگم میاں عبدالرحیم احمد صاحب سے عاجزہ نے ربوہ میں سوال و جواب کی صورت میں ایک انٹرویو ریکارڈ کیا جو درج ذیل ہے۔

سوال: آپ کی والدہ حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کا اپنی سوکنوں کے ساتھ کیسا سلوک تھا اگرچہ آپ تو چھوٹی تھیں لیکن جو باتیں آپ نے سنی ان میں سے بتائیں؟

جواب: مجھے بھائی مبارک صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم بہن بھائی سب اپنی امی جان (امِ ناصر صاحبہ) کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا کہ امتہ الحئی بیگم میری بڑی عزت کرتی تھیں۔ اگرچہ وہ میرے اوپر آئی تھیں قدرتی طور پر مجھے تکلیف تھی۔ لیکن امتہ الحئی نے میری بڑی عزت کی کبھی چھوٹی موٹی تکلیف تک مجھے نہیں پہنچائی اور یہ بات امی نے ہمیں مختلف اوقات میں کئی دفعہ بتائی۔

اسی طرح چچی جان (ام مظفر) نے مجھے بتایا کہ ''تمہاری امی ام ناصر پر آئیں تھیں۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں جو مہمان آتے ہمارے گھروں میں ہی ٹھہرتے کیونکہ اس وقت دارالضیافت یا لنگر خانہ تو بنا نہیں تھا۔ ام ناصر صاحبہ کے یہاں بھی بہت مہمان ٹھہرتے۔ ملنے جلنے والے بھی کثرت سے

آتے۔ چونکہ آپ بڑی تھیں تحفے تحائف پھل مٹھائی وغیرہ بھی ان کے یہاں ہی آتی اور وہ اس میں سے سب کے گھروں میں حصہ بھیجتیں۔ بعض اوقات مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے فرصت نہ ملتی، اور کچھ تاخیر ہو جاتی۔ ایک دن میں امتہ الحئی صاحبہ کے پاس بیٹھی تھی کہ ام ناصر صاحبہ کی خادمہ پھل وغیرہ لائی۔ مجھے وہ باسی لگے میں نے کہا جا اس کو لے جا۔ کس نے اس کو کھانا ہے کیا کرنا ہے اس کا، جا جا اس کو واپس لے جا۔ (چچی جان کی طبیعت ذرا تیز تھی) امتہ الحئی گھبرا کر اٹھیں اُس خادمہ کے پیچھے دوڑیں آوازیں دیتی جاتیں واپس لے آ۔ واپس لے آ۔ جو تھا وہ انہوں نے بھیج دیا۔ بلکہ سیڑھیوں تک اس کے پیچھے بھاگیں گرنے بھی لگیں اور پھر واپس لے آئیں۔

گویا امی جان قطعاً یہ بات برداشت نہیں کرتی تھیں کہ اُن کی طرف سے کوئی شکوہ کوئی غلط فہمی کوئی رنجش پیدا ہو۔

اسی طرح ام طاہر صاحبہ جب بیاہ کر آئیں اگرچہ وہ آپ پر آئیں تھیں اس کے باوجود آپ ان سے چھوٹی بہن جیسا سلوک اور برتاؤ کرتیں۔ بے تکلفی سے ملتیں اور باتیں کرتی تھیں۔ جب حضرت ابا جان ۱۹۲۴ء میں دورۂ یورپ سے واپس قادیان تشریف لائے تو امی جان سخت بیمار تھیں۔ بستر سے اُٹھ بھی نہیں سکتی تھیں۔ آپ نے ام طاہر کو بلایا اور کہا مریم میں نے اپنی بچیوں قیوم اور رشید کے لیے لاہور سے یہ کپڑے منگوائے ہیں آپ انہیں اچھی طرح نہلا دھلا کر تیار کر دیں۔ (ابھی امِ طاہر کے اپنے بچے نہیں ہوئے تھے) انہیں ام طاہر پر پورا بھروسہ اور اعتماد تھا کہ وہ چھوٹی بہن کی طرح ان کا کام کر دیتی ہیں۔ امی جان کی بیماری میں بھی وہ ان کا خیال کرتی رہیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابا جان نے امی جان کی وفات کے بعد ہم تینوں بھائی بہنوں

کو حضرت ام طاہر کے سپرد کر دیا تھا۔ باجی قیوم ذرا کھینچی کھینچی رہتی تھیں اور حضرت ام طاہر ان کا زیادہ خیال رکھتی تھیں لیکن میں تو ان کے بستر میں بھی گھس جاتی تھی اور پورا لاڈ اور پیار لیتی تھی۔ بلکہ ایک دفعہ اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اُن کو اپنے پاس سے ہلنے بھی نہیں دیتی تھی۔

سوال: حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کیسی بہو تھیں۔

جواب: حضرت اماں جان جب امی جان کو بیاہ کر لائیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے کبھی خیال بھی نہیں تھا کہ کبھی امتہ الحیٔ میری بہو بنے گی۔ حضرت اماں جان آپ سے بہت پیار کرتیں بالکل اپنی بیٹیوں کی طرح شروع میں انہیں اکیلا دیکھتیں تو اپنے پاس سلا لیتیں کہ چھوٹی بچی ہے ڈر نہ جائے۔ حضرت اماں جان اُن سے بڑی شفقت اور محبت سے برتاؤ کرتیں اور امی جان ان کی بہت مؤدب اور فرمانبردار تھیں۔ اماں جان اُن سے بے تکلفی سے باتیں کرتیں۔

حضرت ابا جان امی جان کو اپنی ڈاک دے کر جاتے کہ انہیں پڑھ کر ان خطوط کے خلاصے نکال کر لکھو۔ کام کے دوران اگر اماں جان بلا لیتیں تو آپ فوراً آ جاتیں۔ اماں جان بعض اوقات ان سے اپنے خطوط کے جواب لکھواتیں۔ بعض اوقات کوئی کتاب پڑھ کر سنتیں اور کبھی کوئی کام اور کبھی کوئی۔ آپ حضرت اماں جان کے پاس اُس وقت تک بیٹھتیں جب تک اُن کے کام نہ ہو جاتے یا حضرت اماں جان اجازت نہ دیتیں تب تک آپ اماں جان کے پاس بیٹھتیں۔ حضرت ابا جان جب تشریف لاتے اور دیکھتے کہ اب تک ڈاک مکمل نہیں دیکھی گئی تو آپ پوچھتے کیا کرتی رہیں؟ ڈاک پوری کیوں نہ دیکھی کام ادھورا کیوں رہ گیا؟ اور آپ چپ رہتیں یہ نہ بتاتیں کہ

حضرت اماں جان کے کام کر رہی تھی۔ اور حضور ناراض ہو کر چلے جاتے۔ مائی (بھاگ بھری جو حضرت قدرت اللہ سنوری صاحب کی بھاوج تھی) دیکھتی اور کہتی بی بی حضرت صاحب کو بتا دیا کرو کہ اماں جان کے کام کر رہی تھی آپ کہتیں، چلو کوئی بات نہیں۔

ایک دن مائی نے جا کر حضرت اماں جان سے کہا کہ حضور ڈاک کا خلاصہ نکالنے کے لیے بی بی کو دے کر جاتے ہیں جب آپ بلا لیتی ہیں تو کام رہ جاتا ہے اور حضور آ کر ناراض ہوتے ہیں اور بی بی آگے سے چپ رہتی ہیں اور بتاتی ہی نہیں کہ آپ نے بلا لیا تھا۔

پھر حضرت اماں جان نے ابا حضور سے فرمایا کہ ''امتہ الحیٰ کو میں اپنے کاموں کے لئے بلا لیتی ہوں۔ اس طرح ڈاک دیکھنی رہ جاتی ہے اور آپ ناراض ہوتے ہو اور وہ آگے سے گونگی ہو جاتی ہے یہ بھی نہیں بتاتی کہ میں نے اُسے بلا لیا تھا۔ اس نے تو تم کو نہیں بتایا۔ لیکن آئندہ کام ادھورا دیکھو تو سمجھ لیا کرو کہ میں نے اسے بلا لیا تھا۔'' (بھاگ بھری نے مجھے بھی دودھ پلایا ہے اور میاں خلیل کو بھی دودھ پلایا ہے۔)

سیدہ امتہ الحیٰ صاحبہ بہت مخیرّ تھیں

صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ نے بتایا کہ امی جان چندے کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں تھیں مسجد برلن کی تحریک میں آپ نے اپنا سونے کا گلوبند دے دیا۔ مائی بھاگ بھری نے سوچا کہ جب عید آئے گی ام ناصر صاحبہ اپنا گلوبند پہنیں گی اور بی بی کا گلا خالی ہو گا۔ اس نے خرچ میں کفایت کرنی شروع کر دی۔ (حضرت ابا جان مائی صاحبہ کو گھر کا خرچ دیتے تھے کیونکہ امی جان چھوٹی عمر کی تھیں اور خرچ کی سمجھ ابھی نہیں تھی) گلوبند بنوایا

اور عید پر امی جان کو گلوبند دیا۔ امی جان نے دیکھ کر کہا مائی تم نے دیکھا ہے کہ میں نے آج تک کسی کی چیز لے کر نہیں پہنی۔ مائی نے کہا بی بی یہ کسی کا نہیں ہے یہ تو میں نے آپ کے خرچ میں کفایت سے ہی بنایا ہے لیکن امی جان یہی کہتی رہیں کہ کیا ضروری ہے کہ میں گلوبند پہنوں؟ کیا ہے اگر آپا جان ام ناصر نے پہنا ہے اور میں نے نہیں پہنا۔ کوئی بات نہیں۔ یعنی ان کا دل بہت غنی تھا دنیاوی زیب و زینت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

حرفِ آخر

حضرت نبی اکرمﷺ نے فرمایا وہ عورت جنتی ہے جس کا شوہر اس حالت میں فوت ہو کہ وہ اُس سے راضی ہو یا وہ عورت جنتی ہے جو ایسی حالت میں فوت کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو۔

(چالیس جواہر پارے، صفحہ ۸۷)

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ تو وہ خوش قسمت خاتون ہیں کہ آپ کے عظیم المرتبت شوہر سے آپ کی مکمل ہم آہنگی، بے مثال محبت اور دینی غیرت نمایاں تھی جس کا ذکر آپ بارہا فرماتے تھے۔

حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ سے اپنے نکاح کے خطبے میں حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

''اس وقت تک کوئی ایسی حالت مجھ پر نہیں گزری کہ میں نے اس نقصان کو بھلایا ہو اور آج تک میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں امتہ الحئی مرحومہ کے لئے دعا نہیں کی۔ میں جب رسول کریمﷺ کا خیال کرتا ہوں تو مجھے آپ کے اخلاق نہایت ہی پیارے لگتے ہیں کہ آپ کو اتنے بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہوئے کبھی حضرت خدیجہؓ نہ بھولیں۔

حدیث میں آتا ہے حضرت خدیجہؓ کی وفات پر نو دس سال گزر جاتے ہیں یہ معمولی زمانہ نہیں۔۔۔ لوگ حضرت رسول کریمﷺ کے پاس تحفہ لاتے ہیں جسے دیکھ کر آپﷺ کے آنسو آ جاتے ہیں اور پرنم آنکھوں سے

فرماتے ہیں یہ تحفہ فلاں عورت کے پاس لے جاؤ کیونکہ وہ میری خدیجہ کی سہیلی تھی۔ فلاں عورت کے پاس لے جاؤ کہ اُسے میری خدیجہؓ سے بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ ایک عورت آپ ﷺ سے ملنے آئی آپ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر بچھا دی اُسے بٹھایا صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول یہ کون ہیں۔ فرمایا خدیجہ کو اس سے محبت تھی۔

ایک نادان سمجھتا ہے یہ شرک ہے اور دل کی کمزوری کا نتیجہ ہے حالانکہ سالہا سال تک ایک مرنے والے کو یاد رکھنا وفاداری ہے شرک نہیں۔۔۔۔حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا الرواح جنود مجتند کہ روحیں ایک دوسرے سے وابستہ اور پیوستہ ہوتی ہیں۔ یعنی بعض کا بعض سے تعلق ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری روح کو امتہ الحئی کی روح سے اک پیوستگی حاصل تھی۔"

(حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ سے خطبہ نکاح ۱۲ اپریل ۱۹۲۵ء)

(خطبات محمود جلد دوم صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۲)

"اور یہ سب مقام سیدہ امتہ الحئی صاحبہ کو اس لیے حاصل ہوا کہ آپ کے والد حضرت مسیح موعود کی اطاعت اور فرمانبرداری اس طرح کرتے تھے جیسے نبض دل کی۔ حضرت اقدس نے کسی کو ایک لڑکی کا رشتہ بتایا اُس شخص نے پسند نہ کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب سن رہے تھے آپ نے فرمایا "اگر میری لڑکی ہو اور مرزا صاحب اس کو سو برس کے بڈھے سے بیاہنا چاہیں تو ہرگز عذر نہ ہو۔"

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۶۰۴)

"آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت مسیح موعود مجھے ارشاد

فرمائیں کہ اپنی لڑکی کسی چوہڑے کے ساتھ بیاہ دو تو بخدا مجھے ایک سیکنڈ کے لئے بھی تامل نہ ہو۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۶۱۴)

اور سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ وہ اولاد تھیں جو بڑی دعاؤں کے بعد پیدا ہوئیں کیونکہ پہلی بیوی کے سب بچے فوت ہو چکے تھے۔ اور آپ دوسری بیوی صغریٰ بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت مولوی صاحب خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے حضرت مسیح موعود سے کامل اطاعت اور فرمانبرداری میں ہر عزیز چیز بھی قربان کرنے کو تیار تھے۔ اس لئے مولیٰ کریم نے آپ کی بیٹی کو حضرت مسیح موعود کی بہو اور خلیفۃ المسیح الثانی کی بیگم بنا کر انہیں خواتین مبارکہ میں شامل کر دیا۔

اور پھر حضرت سیدہ وہ خوش قسمت وجود ہیں کہ حضرت صاجزادہ مرزا طاہر احمد صاحب جو بعد میں خلیفۃ المسیح الرابع ہوئے آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود کی رفیقہ حیات حضرت خلیفۃ المسیح اول کی پیاری بیٹی حضرت سیدہ امتہ الحیٔ بھی آپ کے لئے ایک ایسا سلطانِ نصیر ثابت ہوئیں۔ اپنے عظیم الشان باپ سے علم کی لگن ورثہ میں پانے والی سعید فطرت اور سعید روح رکھنے والی یہ عظیم خاتون اگرچہ بہت تھوڑی دیر اس عالم فانی میں زندہ رہیں اور اپنے محبوب آقا حضرت مصلح موعود کے ساتھ انہیں محض گنتی کے چند سال رفاقت کے نصیب ہوئے لیکن ان چند سالوں میں ہی انہوں نے اپنی فطری سعادت اور خدمت دین کی بے پناہ لگن کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دل میں اپنے لئے ایک خاص مقام پیدا کر لیا۔ خواتین میں

حضرت خلیفۃ المسیح کے درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھوانے کا سہرا بھی آپ ہی کے سر تھا اور احمدی مستورات کو ایک باقاعدہ تنظیم کی لڑی میں پرونے کی اولین محرک بھی آپ ہی تھیں یہ آپ کی فانی زندگی کا ایک لافانی کارنامہ تھا جو آپ کی یاد کو زندہ و پائندہ رکھے گا۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

کا مصرعہ آپ پر خوب صادق آتا ہے کیونکہ دینِ محمد کے عشق نے آپ کو بھی ان لافانی وجودوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے جن کا نقش، جریدۂ عالم پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جاتا ہے۔''

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ ۳۵۵-۳۵۶)

آپ کو انفرادیت یوں بھی حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود کی بہو ہونے کے علاوہ آپ ایک خلیفہ کی بیٹی اور ایک خلیفہ کی بیگم ہیں۔

اے خدا حضرت سیدہ کے لئے ان کے مقدس باپ اور مقدس شوہر نے جو دعائیں کیں وہ سب اُن کے، اور ان کی اولاد در اولاد اور نسلاً بعیدا کے حق میں قبول فرماتا چلا جا اور نیکیوں کے صدقہ جاریہ، جو خواتین جماعت کے لئے وہ چھوڑ گئیں احمدی خواتین ہمیشہ ہی ان پر عمل کرتے ہوئے ان کے لئے تاابد صدقہ جاریہ کا موجب بنیں۔ آمین اللھم آمین۔